مریم عزیز

تمہیں ذرا سی چاہ

دفعتاً چیز دیوار سے ٹکرائی' برتنوں کے ٹوٹنے کی آواز پر وہ ننگے پاؤں بھاگتی ہوئی باہر آئی اور سہم کر دروازے سے لگ گئی۔ سامنے کھڑا شخص زور زور سے چلا رہا تھا۔ اس کی بھیگی آنکھیں زمین سے ٹوٹے برتنوں کے ٹکڑے اٹھاتی عورت پر جا رکیں جس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ جیسے سامنے کھڑا شخص دیواروں پر برس رہا ہو۔ اچانک وہ شخص ٹھوکر سے کچھ گراتا ہوا باہر نکل گیا۔ تب ہی اس کی نظر بیرونی دروازے پر پڑی' جہاں کالج یونیفارم میں ملبوس دو لڑکیاں کھڑی تھیں۔ زمین پر بیٹھی عورت ٹکڑوں کو سمیٹ کر سیدھی ہوئی تو نظر اس پر جا پڑی۔ اس کے چہرے پر تاریک سایہ سا لہرایا اور وہ تیزی سے کچن کی طرف مڑ گئیں۔ وہ بھی آنسو پونچھتے ہوئے اندر پلٹ آئی۔ یہ منظر اس کے اپنے گھر کا تھا۔ وہ آدمی جو ابھی ابھی باہر گیا تھا اس کا نام نواز سعید تھا وہ رشتے میں اس کا باپ تھا۔ اور وہ عورت ثمینہ نواز اس کی ماں تھی۔ اور بیرونی دروازے کے پاس کھڑی وہ دونوں لڑکیاں اس کی بہنیں تھیں۔ زارا نواز اور سارا نواز' جب کہ وہ یسریٰ تھی۔ یسریٰ نواز۔ باقی سب کے برعکس اس کا ردِعمل اس لیے ایسا تھا کیونکہ وہ پچھلے چودہ سالوں سے اس گھر کا اس ماحول کا حصّہ نہیں تھی۔

زارا جس وقت اندر داخل ہوئی' وہ ٹانگیں بستر سے نیچے لٹکائے دونوں ہاتھ گود میں رکھے انہیں تک رہی تھی۔

اسے بے ساختہ یسریٰ پر پیار آیا۔ وہ جانتی تھی کہ یقیناً وہ رو رہی ہو گی۔ وہ بیگ وہیں صوفے پر رکھ کر اس کے قریب آ گئی۔ اس کے قریب بیٹھنے پر بھی جب اس نے سر نہیں اٹھایا تو زارا نے اس کا چہرہ اپنی طرف گھمایا جس کی آنکھیں لبالب بھری تھیں۔ زارا کے مسکرانے پر وہ اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" تب ہی سارا اندر داخل ہوئی۔

"رونا بند کرو یسریٰ! ادھر دیکھو۔" اسے مسلسل روتا دیکھ کر سارا نے سختی سے اسے ٹوکا۔

"کیا ہوا ہے؟ اب بتاؤ۔" سارا نے اس کا چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"میں دادو کو کھانا دینے گئی تھی۔ تھوڑا سا سالن ان کے کپڑوں پر گر گیا۔ انہوں نے مجھے منحوس کہا' تھپڑ بھی مارا اور پاپا نے مجھے بھی ڈانٹا اور سارے برتن توڑ دیے۔" وہ بتا کر پھر رونے لگی۔

"آخر دادو کے ساتھ مسئلہ کیا ہے' جب سے یسریٰ آئی ہے۔ اس کے پیچھے پڑی رہتی ہیں۔" سارا غصے سے کھڑی ہوئی تو زارا نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"اب تم میدان میں نہ کود پڑنا۔ ان کی عادت ہے۔ چھوڑو۔ ہم آج یسریٰ کو اچھا سا کیک بیک کر کے کھلاتے ہیں۔ کیا خیال ہے۔" زارا نے اسے ساتھ لگاتے ہوئے کہا

مکمل ناول

UrduPhoto.com

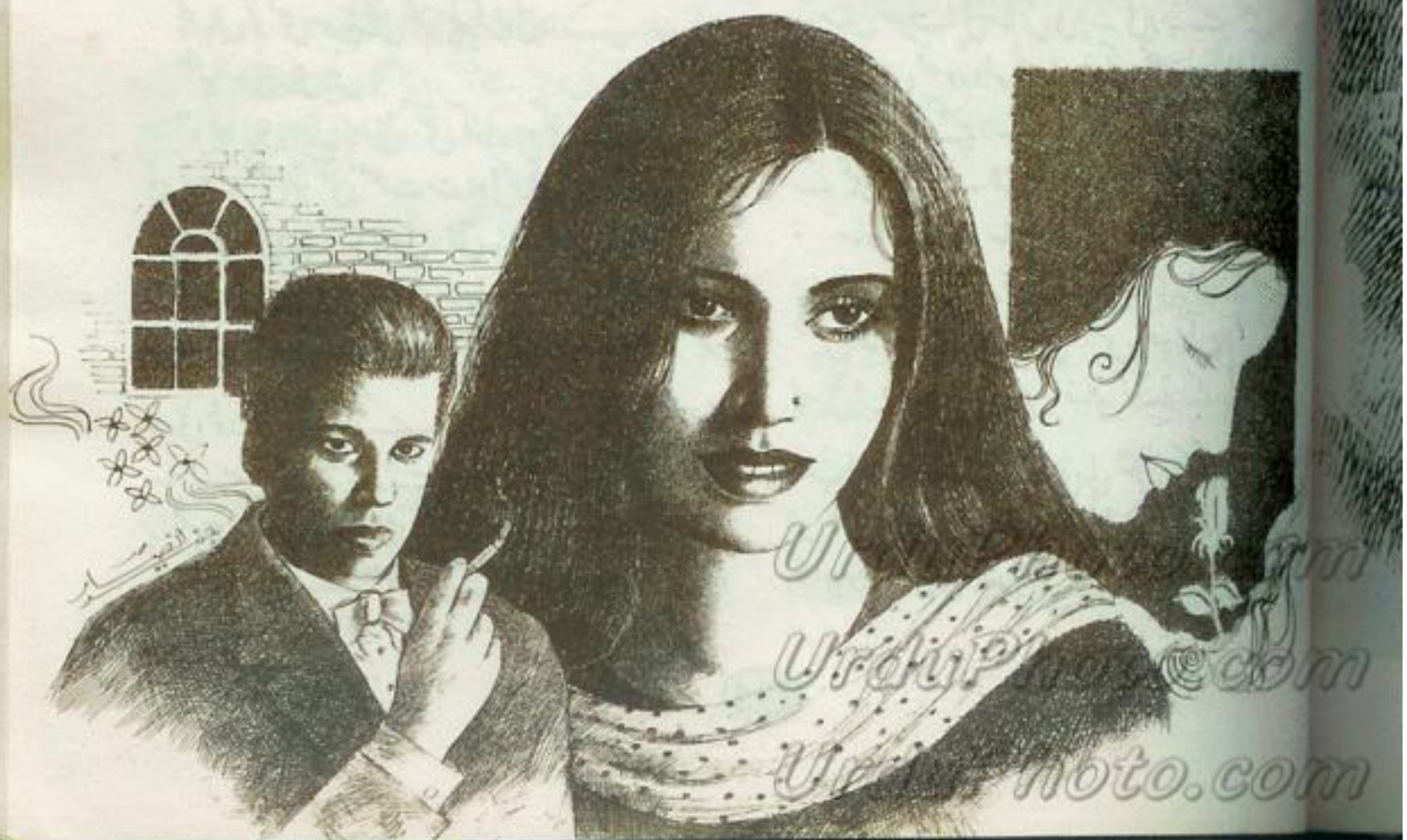

تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔
"آپی! مجھے یہاں بالکل اچھا نہیں لگتا۔ آپ مجھے نانو کے گھر چھوڑ آئیں۔"
"گڑیا' نانو کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔"
"لیکن ماموں بھی تو ہیں نا' مجھے وہاں چھوڑ آئیں۔"
زارا نے تاسف سے اسے دیکھا۔
"دیکھو یسریٰ! وہ ماموں کا گھر ہے جب کہ یہ تمہارا گھر ہے۔ پاپا ایسے ہی ہیں۔ ان کی بات کا برا مت مانو۔ اور ہر ایک کو ڈانٹنا داد کی عادت ہے۔ پتا ہے کیا' داد کا ایک پرابلم ہے۔ انہیں اپنا آپ اچھا نہیں لگتا۔ اس لیے وہ ہر پیاری سی لڑکی کو دیکھتے ہی اسے ڈانٹنے لگتی ہیں۔" سارا کے انداز پر زارا کی ہنسی چھوٹ گئی۔
"کیا فضول باتیں کر رہی ہو۔ چلو اٹھو یسریٰ! کچن میں چلتے ہیں۔ میں نے آج کالج میں بھی کچھ نہیں کھایا۔"
زارا نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھایا تو وہ اٹھ کر اس کے ساتھ چل دی۔

☆ ☆ ☆

"اندر آئیں نا امی!" سارا نے کتاب سے نظریں ہٹا کر انہیں دیکھا۔ "آپ اب تک سوئیں نہیں۔"
بس سونے ہی جا رہی تھی۔ یسریٰ کو دیکھنے آئی تھی ان کے کہنے پر سارا نے مسکرا کر پیچھے دیکھا جہاں زارا نے سوئی ہوئی یسریٰ کو اپنے بازو کے حلقے میں لے رکھا تھا۔
"یہ دونوں تو کب سے خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہی ہیں۔"
پھر ماں کو کسی سوچ میں گم دیکھ کر بولی۔
"کیا سوچ رہی ہیں؟"
"دیکھ رہی ہوں یسریٰ کتنی کمزور ہو گئی ہے۔ جب امی کی طرف تھی تو کتنی صحت مند ہوا کرتی تھی۔ لیکن جب سے یہاں آئی ہے سہمی ہوئی رہتی ہے۔"
ثمینہ کی نم آنکھیں دیکھ کر سارا نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔
"آپ کیوں فکر کرتی ہیں۔ میں اور زارا ہیں نا اور پھر یسریٰ خود کافی سمجھ دار ہے۔ میں سمجھتی تھی جس طرح نانو نے اسے اتنے لاڈ پیار سے رکھا ہے۔ شاید اسے یہاں پرابلم ہو۔ لیکن ان دو ماہ میں اس نے ذرا تنگ نہیں کیا۔"
"ہاں یہ تو ہے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے گہرا سانس لیا۔ "اب تم بھی جا کر سو جاؤ۔" سارا کو تاکید کرتے ہوئے وہ باہر نکل آئیں۔ انہوں نے گھڑی کی طرف دیکھا جہاں رات کے گیارہ بج رہے تھے۔
وہ نائٹ بلب جلا کر اپنے بستر پر آ گئیں۔ آج ان کی ساس اپنے بڑے بیٹے کی طرف گئی ہوئی تھیں اور نواز صاحب بھی وہیں تھے۔ واپسی بارہ بجے سے پہلے ممکن نہیں تھی۔ انہوں نے کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کی۔ لیکن تنہائی ملتے ہی ماضی کی یادیں ذہن پر دستک دینے لگیں۔

☆ ☆ ☆

ان کی زندگی کتنی خوبصورت تھی۔ گھر بھر کی لاڈلی تھیں' ماں جی' بابا' اعجاز بھائی' فرزانہ بھابھی اور ان کا پیارا سا بھتیجا شایان اور جب نواز سعید کا رشتہ ان کے لیے آیا تو کتنے ہی خواب ان کی آنکھوں میں اتر آئے۔ ان ہی خوابوں کی تعبیر حاصل کرنے کے لیے وہ نواز کے ساتھ ان کے گھر آ گئیں۔ لیکن بہت جلد انہیں پتا چل گیا کہ وہ صرف ان کی والدہ کی پسند ہیں۔ ان کی پسند کوئی اور تھی۔ کتنی تکلیف محسوس کی تھی انہوں نے' لیکن یہ تکلیف انہوں نے خود تک محدود رکھی۔
بابا کی وفات کے کچھ عرصہ بعد اعجاز بھائی کے گھر شایان پیدا ہوا اور ان کے گھر زارا پیدا ہوئی تو انہیں کچھ امید ہوئی کہ شاید نواز صاحب اپنی پچھلی زندگی بھول جائیں۔ کیونکہ ان کے برعکس زارا کے ساتھ نواز کا رویہ بہت اچھا ہوتا تھا۔ زارا کے ایک سال بعد سارا پیدا ہوئی تو ان کی ساس کو بہت برا لگا' جیسے بیٹا یا بیٹی کے ہونے میں ان کی مرضی تھی۔ وہ یہاں صرف اپنی ساس کی پسند کی وجہ سے تھیں۔ اب تو وہ ہی انہیں قصوروار ٹھہرانے لگی تھیں۔ نواز صاحب بھی ان سے کھنچے کھنچے رہنے لگے۔ نواز صاحب کے بڑے بھائی کے تین بیٹے تھے۔ لہٰذا اٹھتے بیٹھتے انہیں یہی سنایا جاتا تھا۔
سارا کے چار سال بعد ان کے گھر جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ بیٹا شاید ان کے نصیب میں نہیں تھا۔ وہ پیدا ہوتے ہی انہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ جب کہ یسریٰ ان کی تکلیفوں میں اضافہ کرنے کے لیے زندہ رہی۔
جب نواز صاحب نے یسریٰ کی شکل دیکھنے سے انکار کیا تو ان کا دل چاہا کہ اپنے پہلو میں لیٹی اس چھوٹی سی بچی کا وہ خود گلا دبا دیں۔ تین بیٹیوں کی ماں ہونا کوئی جرم نہیں تھا' لیکن

وہ پھر بھی مجرم بن گئی تھیں۔ ان کی ساس نے نواز صاحب سے دوسری شادی کا کہا تھا' لیکن زندگی میں پہلی بار انہوں نے ان کی بات نہیں مانی تھی اور وہ نواز صاحب کی احسان مند ہو گئی تھیں۔ وہ یسریٰ کو ذرا سا بھی وقت دیتیں تو نواز صاحب کو برا لگتا۔ ان کی خوشی کے لیے انہوں نے یسریٰ پر توجہ دینا بے حد کم کر دیا۔
اور ایک دن جب اعجاز بھائی' امی کے ساتھ ان سے ملنے آئے تو یسریٰ بھوک سے بلک رہی تھی۔ لیکن اتوار کی وجہ سے نواز صاحب گھر تھے تو اپنی ساس کو اور نواز صاحب کو کھانا دیے بغیر وہ یسریٰ کو دودھ نہیں دے سکتی تھیں۔
اعجاز بھائی' یسریٰ کو اپنے ساتھ لے گئے' جب انہوں نے نواز صاحب سے پوچھا تو انہوں نے خوشی سے اجازت دے دی۔ انہیں آخر فرق ہی کیا پڑتا تھا۔ لیکن اس رات وہ ایک پل سو نہیں سکیں۔ یسریٰ ان کی بیٹی تھی۔ پانچ ماہ کی بچی کو خود سے دور کرنا ان کے لیے بہت مشکل تھا۔ لیکن یسریٰ کے لیے ضروری تھا۔ اگر وہ یہاں رہتی تو پتا نہیں باپ کی نفرت سہہ پاتی یا نہیں۔ آج دادی اس کے لیے منحوس کا لفظ استعمال کرتی تھیں' لیکن کبھی تو جانے گی۔ سو انہیں یہی بہتر لگا کہ وہ یہاں سے دور چلی جائے۔ اور جب کبھی وہ میکے جاتیں تو یسریٰ کو خوش دیکھ کر ان کا دل مطمئن ہو جاتا۔ اعجاز بھائی کے اپنے دو ہی بیٹے تھے۔ اور یسریٰ ان کی بیٹی کی کمی پوری کرتی تھی۔ تب انہیں سب ٹھیک لگا تھا' لیکن آج اتنے سالوں بعد انہیں لگ رہا تھا کہ یسریٰ کو امی کو دے کر انہوں نے غلط کیا تھا۔ آخر اسے آنا تو یہیں تھا' جن باتوں سے وہ اسے دور رکھنا چاہتی تھیں وہ باتیں تو آج بھی ویسی تھیں۔
"پتا نہیں یسریٰ ایڈجسٹ کر سکے گی یا نہیں؟" انہوں نے چھت کو دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔

☆ ☆ ☆

"ماموں!" اعجاز صاحب کو دیکھتے ہی اس نے اسکول بیگ ایک طرف اچھالا اور بھاگ کر ان کے گلے لگ گئی۔
"آج کتنے دن بعد آئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے آپ مجھے بھول گئے تھے۔" اس کے شکوے پر وہ بے ساختہ مسکرا دیے۔
"ہلی! کتنی غلط بیانی سے کام لے رہی ہو۔ ہر ہفتے تو آتا ہوں۔" انہوں نے اس کی پونی کھینچی تو وہ جلدی سے بولی۔
"ہر ہفتے' ہر روز تو نہیں نا!" انہوں نے مسکراتے ہوئے ثمینہ کو دیکھا۔
"اچھا اب ہر روز ملوں گا پہلے یہ بتاؤ' اتنی کمزور کیوں ہو گئی ہو۔ تمہاری امی تمہیں کھانا نہیں دیتیں؟" انہوں نے تو مذاق کیا تھا لیکن اس کی آنکھیں بھر آئیں۔
"ماموں! مجھے یہاں بالکل اچھا نہیں لگتا۔ آپ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔" وہ سرگوشی کے میں بولی تو انہوں نے ثمینہ کی طرف دیکھا۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ یسریٰ ان سے کیا کہہ رہی ہے۔ لیکن ان کی آنکھوں میں ایسا کچھ تھا کہ وہ نظریں چرا گئیں۔
"اچھا....!" انہوں نے اسے خود سے الگ کر کے اس کے آنسو صاف کیے۔
"میں جانتا تھا' میری بیٹی میرے بغیر اداس ہو جائے گی۔ اس لیے میں اپنی بیٹی کے قریب آ گیا تاکہ ہم روز مل سکیں۔"
وہ نا سمجھنے والے انداز میں ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔
"میں نے یہیں تم لوگوں کے قریب گھر لے لیا ہے۔"
"سچ ماموں! میں ابھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔" وہ بے ساختہ خوش ہو گئی۔
"میں یونیفارم بدل لوں۔ آپ جائیے گا مت۔" وہ کہتے ہوئے کرا اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔
"یسریٰ! یہاں خوش نہیں لگ رہی۔" یسریٰ کے جاتے ہی اعجاز صاحب نے ثمینہ کی طرف دیکھا۔ جنہوں نے جواب دینے کے بجائے چہرہ جھکا لیا تھا۔
"کیا نواز کی وجہ سے؟" وہ پھر بھی کچھ نہ بولیں۔ صرف نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ ان کی نم آنکھیں دیکھ کر اعجاز صاحب نے گہرا سانس لیا۔
"کیا مسئلہ ہے نواز کے ساتھ؟" انہوں نے جھنجھلا کر پوچھا۔ وہ خاموش رہیں۔
"چلیں ماموں!" یسریٰ کے قریب آتے ہی وہ کھڑے ہو گئے۔
"تھوڑی دیر بیٹھیں تو۔" ثمینہ نے کہا۔
"نہیں' ابھی گھر میں بہت کام ہے۔ سارا اور زارا کو میرا پیار دینا۔ یسریٰ کو میں خود چھوڑ جاؤں گا۔"

UrduPhoto.com

سفید گیٹ کو دیکھ کر اس نے اشتیاق سے پھولوں سے لدی دیوار کو دیکھا۔
گیٹ کھلتے ہی شایان کا چہرہ نظر آیا تو وہ کھل کر مسکرادی۔
"میں تو سمجھا تھا تم ہمیں بھول گئی ہو۔"
"میں آپ کو بھول سکتی ہوں۔" وہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔
"اماں!" فرزانہ کو دیکھتے ہی وہ ان کے گلے لگ گئی۔
"میری بیٹی کیسی ہے؟" انہوں نے اس کے گال پر پیار کرتے ہوئے پوچھا۔
"بہت بری ہے' آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ اتنی مشکل سے جان چھوٹی تھی اب پھر برداشت کرنا پڑے گا۔" اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتی اپنے پیچھے اس نے ریحان کی آواز سنی تھی۔
"آپ کو کون کہتا ہے مجھے برداشت کریں۔" اس نے غصے سے پیچھے مڑ کر ریحان کو دیکھا جو ٹرالی گھسیٹ رہا تھا۔
"کم آن ریحان! تمہارا کیا پرابلم ہے' اتنی سوئٹ سی تو ہے ہماری کزن۔"
شایان کے کہنے پر وہ بری سی شکل بنا کر صوفے سائیڈ پر کرنے لگا۔
"میں ماموں کو بتاتی ہوں۔" اعجاز صاحب کو کمرے سے نکلتا دیکھ کر اس نے ریحان کو دھمکی دی تو فرزانہ کچن کی طرف بڑھ گئیں۔ اور پھر اعجاز صاحب کی اونچی آواز پر انہوں نے افسوس سے سر ہلایا۔ پتا نہیں ریحان کو یسریٰ سے کیا بیر تھا' ہر بار اعجاز صاحب سے ڈانٹ کھاتا تھا' لیکن اس کو تنگ کرنے سے باز نہیں آتا تھا۔ اعجاز' یسریٰ سے بہت پیار کرتے تھے۔ عزیز تو وہ انہیں بھی تھی۔ لیکن جب یسریٰ کی وجہ سے ریحان کو ڈانٹ پڑتی انہیں بہت تکلیف ہوتی تھی۔
"اب بس بھی کریں۔" فرزانہ نے بے اختیار انہیں ٹوکا' جاؤ ریحان! تمہیں اکیڈمی بھی جانا ہے۔" ان کے کہتے ہی وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
"اماں! یہاں میرا کمرہ کوئی نہیں؟" اس کے روہانسے لہجے پر فرزانہ نے اعجاز صاحب کو دیکھا۔ "بیٹا! یہ ڈرائنگ روم کے ساتھ والا کمرہ تمہارا ہے۔"
"لیکن ماموں! وہ تو گیسٹ روم ہے۔"
"آپ سے کس نے کہا؟"
"شایان بھائی نے۔" یسریٰ کے اشارہ کرنے پر وہ سٹپٹا گیا۔
"اس نے مذاق کیا ہوگا۔ تم بتاؤ تمہیں کون سا روم چاہیے؟"
"شایان بھائی کے ساتھ والا۔" وہ نروٹھے لہجے میں بولی۔
"وہ تو ریحان کا ہے۔" شایان کے کہنے پر وہ سوالیہ نظروں سے اعجاز صاحب کو دیکھنے لگی۔ "ایک کمرہ تو کیا یہ پورا گھر میری بیٹی کا ہے' تم نے باقی کا گھر دیکھا۔" وہ اس کو بازو کے گھیرے میں لیے باہر کی طرف بڑھے۔

☆ ☆ ☆

"اتنی غور سے کیا دیکھا جا رہا ہے؟" زارا پچھلے پندرہ منٹ سے نوٹ کر رہی تھی کہ یسریٰ بہت غور سے اسے دیکھ رہی ہے۔ آخر کار اس نے پوچھ ہی لیا۔
"آپ کی شکل دادو سے ملتی ہے' اور سارا باجی کی پاپا سے۔ اور ماموں کہتے ہیں میری شکل امی سے ملتی ہے۔ کیا پاپا اور دادو کو میں اس لیے اچھی نہیں لگتی؟" زارا نے حیرت سے اس کا سوال سنا۔
"ایسی کوئی بات نہیں گڑیا!" زارا بڑی دقت سے مسکرائی۔ "تم دراصل شروع سے نانو کے پاس ہی رہی ہو نا اس لیے پاپا تم سے زیادہ فرینک نہیں۔ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"
زارا کے کہنے پر اس نے پُرسوچ انداز میں سر ہلایا۔
"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟" سارا چائے کا کپ لے کر ان کے قریب آگئی۔
"تمہاری برائیاں کر رہے ہیں۔"
"شوق سے کرو۔" اس نے پاس رکھی کاپی اٹھالی۔
"یہ کس کی کاپی ہے۔" سارا نے پوچھا۔ "یہ میری دوست عروج کی کاپی ہے۔" یسریٰ نے بتایا۔
"تمہاری ایک ہی دوست ہے۔ جب دیکھو عروج کا فون آرہا ہوتا ہے' یا تم کر رہی ہوتی ہو۔" سارا کے کہنے پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"نہیں' فصیحہ سے بھی میری دوستی ہے۔ فصیحہ' شایان بھائی کے ماموں کی بیٹی ہے۔ جب نانو کے گھر میں تھے تو شایان بھائی' فصیحہ' ریحان بھائی اور میں اکٹھے کھیلتے تھے۔ اور ہر دفعہ ریحان بھائی اور میری لڑائی ہو جاتی

تھی اور فصیحہ ہمیشہ ریحان بھائی کی فیور کرتی تھی۔"
اس نے برا سا منہ بنایا۔
"ریحان سے تمہاری لڑائی کیوں ہوتی ہے' وہ تو بہت اچھا ہے۔" سارا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔
"ایویں اچھے ہیں' بلاوجہ مجھے ڈانٹتے ہیں۔ میرے تو پورے دشمن ہیں۔ مجھے دیکھ کر ان کے ماتھے پر دو لائنیں آجاتی ہیں۔ جیسے پاپا کی نہیں آجاتیں؟ ایسے۔" اس نے بھنویں سکیڑ کر بتائیں۔ تو سارا کے ساتھ زارا بھی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

☆ ☆ ☆

"کہاں جا رہی ہو لڑکی؟" پیچھے سے آئی آواز پر یسریٰ کے قدم وہیں رک گئے۔
دادو! میں ماموں کی طرف جا رہی تھی۔" اس کی آواز ضرورت سے زیادہ دھیمی ہو گئی۔
"سارا سارا دن وہیں گزار آتی ہو۔ گھر میں بھی بیٹھا کرو۔" ان کے ڈپٹنے پر وہ سر جھکا کر رہ گئی۔
"دادو بس جلدی آجاؤں گی' بس فصیحہ سے مل لوں۔" وہ تیزی سے باہر نکل آئی۔ ورنہ رکنے کی صورت میں اسے اجازت تو ملنا نہیں تھی۔
اور پھر گھڑی پر نظر پڑتے ہی تیزی سے چلتی اس کی زبان وہیں رک گئی۔ باتوں میں وقت کا پتا ہی نہیں چلا تھا۔
"چھ بج گئے۔ بہت دیر ہو گئی' پاپا بھی آنے والے ہوں گے۔" وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی تو فصیحہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ۔"
"نہیں یار!"
"یسریٰ! میں نے حلیم بنائی ہے۔ کھا کر جاؤ۔" اسے اٹھتا دیکھ کر فرزانہ نے کہا۔
"اماں! باہر اندھیرا ہو گیا ہے' مجھے ڈر لگتا ہے۔" ڈائننگ ٹیبل پر رکھا بھاپ اڑاتا ڈونگا اسے روک بھی رہا تھا۔
"میں چھوڑ آؤں گا۔" شایان نے اس کا تذبذب بھانپتے ہوئے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل کی طرف آگئی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر ان سب نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا' جہاں سے ریحان اندر داخل ہو رہا تھا۔ فصیحہ کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔

UrduPhoto.com

"کیسی ہو تم؟ کافی دنوں بعد آئی ہو۔" وہ کرسی گھسیٹ کر فرزانہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"کالج ٹیسٹ ہو رہے تھے' ہم کہاں سے آرہے ہو؟"

"میرے بھی بی کام فائنل کے پیپرز ہونے والے ہیں۔ بس اس لیے شیڈول ذرا سخت ہے۔" وہ ڈونگا اپنی طرف کھسکا کر حلیم پلیٹ میں ڈالنے لگا۔

"ریحان بھائی! میں بھی آئی ہوئی ہوں۔" انہیں مسلسل آپس میں باتیں کرتا دیکھ کر اس نے خود ریحان کو مخاطب کیا۔

ریحان ایک نظر اسے دیکھ کر دوبارہ اپنی پلیٹ پر جھک گیا۔

"یہ کون سی نئی بات ہے۔ تم تو ہر روز یہیں پائی جاتی ہو۔"

ریحان کے کہنے پر فصیحہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"آپ دیکھ رہی ہیں اماں! ریحان بھائی خوامخواہ میرے ساتھ لڑ رہے ہیں۔" وہ غصے سے فرزانہ کی طرف مڑی۔

"تمہیں کتنی دفعہ کہا ہے یہ میری اور شایان کی اماں ہیں' تمہاری نہیں۔"

"میری بھی اماں ہیں۔" اس کی آواز بھرانے لگی تو فرزانہ کو اسے ٹوکنا پڑا۔

"ریحان! کیوں تنگ کر رہے ہو اسے۔"

"تنگ کہاں کر رہا ہوں' میں تو اپنی جگہ پر بیٹھا ہوں۔" وہ مزے سے حلیم کھانے لگا۔

"فصیحہ! تمہیں تو پتا ہوگا اگر پاپا گھر پر موجود ہوتے تو "ماموں" کی لمبی سی مان لگاتے ہوئے یہ بی جمالو میری شکایت لے کر پہنچ جاتی' فساد کی جڑ۔"

آخری تین الفاظ اس نے دھیمی آواز میں کہے تھے' لیکن اس نے سن لیا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

"لگتا ہے ریحان' پاپا کی ساری ڈانٹ بھول گیا ہے۔ کیوں یسریٰ؟" شایان کی آواز پر اس نے ڈبڈبائی نظروں سے اسے دیکھا۔ "یاد ہے میٹرک میں اپنے دوستوں کے ساتھ دعوت پر گیا تھا۔ واپسی پر پاپا نے کیسی جوتوں کے ساتھ اس کی دعوت کی تھی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔" ریحان کی تلملاتی آواز پر اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے جلدی سے آنسو صاف کیے۔

"اور ابھی بی کام میں اس کی سپلی آئی ہے تو۔۔۔"

"میرا بی کام میرا ہیڈک ہے' اس کو چھوڑو۔ تم اپنی فکر کرو۔ جس کا میٹرک کا رزلٹ آنے والا ہے۔"

ریحان کے طنزیہ انداز پر شایان نے غصے سے اسے گھورا۔

"اچھا اب تم دونوں شروع مت ہو جانا۔" فرزانہ نے غصے سے ان دونوں کو دیکھا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے شروع ہونے کی۔ میں فضول لوگوں پر اپنی انرجی ویسٹ نہیں کرتا۔ آؤ فصیحہ! ہم کمپیوٹر پر کوئی گیم کھیلتے ہیں۔" یسریٰ پر ایک نظر ڈال کر اس نے فصیحہ سے کہا۔

"آؤ تمہیں چھوڑ آؤں۔" فصیحہ کے اٹھتے ہی شایان بھی کھڑا ہو گیا۔ "یہ ریحان بھائی کا کیا مسئلہ ہے؟ میں کچھ کہتی بھی نہیں پھر بھی مجھ سے لڑتے ہیں۔"

"چھوڑو اسے۔" شایان نے گیٹ کھولتے ہوئے کہا تو اس نے بھی سر جھٹکتے ہوئے اس کی پیروی کی۔

☼ ☼ ☼

وہ وقتاً فوقتاً ٹی وی پر سے نظریں ہٹا کر ایک نظر صوفوں پر بیٹھے لوگوں پر بھی ڈال لیتی تھی۔ آج تایا جی اپنی فیملی کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ جن میں سمیع' تایا کے تیسرے نمبر والے بیٹے اور ان کی لاڈلی بیٹی صائمہ تھے۔ جب کہ سعود بھائی نہیں آئے تھے۔ جن کی شادی ہونے والی تھی اور اس فنکشن کا کارڈ دینے وہ لوگ آئے تھے۔ پچھلے ایک گھنٹے سے وہ لوگ اسے نظر انداز کر رہے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ بیٹھنے پر مجبور تھی۔ کیونکہ اگر وہ اٹھ کر جاتی تو دادو یا پاپا کو اعتراض کرنے کا موقع مل جاتا۔ اور وہ ایسا موقع کسی کو دینا نہیں چاہتی تھی۔

"اور یسریٰ! تم کیا کر رہی ہو؟" سمیع کے اچانک سوال پر وہ گڑبڑا کر مڑی۔

"آگے ایڈمیشن لیا؟" سمیع کے دوبارہ پوچھنے پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"سائنس یا آرٹس؟"

"سائنس۔۔۔۔"

"ویری گڈ!" وہ مسکرا کر بولا۔

"آپ کو پتا ہے ڈیڈی! یسریٰ نے میٹرک میں سات سو دس نمبر لیے ہیں۔"

"اچھا۔" انہوں نے محض سر ہلایا۔

"نواز! پتا ہے' اپنی صائمہ نے ساڑھے پانچ سو نمبروں سے میٹرک پاس کیا ہے۔"

"بھئی ہماری صائمہ بیٹی تو شروع سے بڑی لائق ہے۔" نواز صاحب نے تحسین آمیز نظروں سے صائمہ کی طرف دیکھا۔

یسریٰ کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اسے اپنے سات سو دس نمبر ساڑھے پانچ سو سے کم ترلگ رہے تھے۔

"یہ میری بیٹی کا انعام۔" نواز صاحب نے ہزار کا نوٹ صائمہ کی طرف بڑھایا' جسے اس نے یسریٰ کی طرف دیکھتے ہوئے تھام لیا۔ جب کہ اس نے اپنا رخ ٹی وی کی طرف موڑ لیا۔ یسریٰ کے دھواں دھواں ہوتے چہرے کو دیکھ کر سارا نے غصے سے اپنے باپ کو دیکھا۔ لیکن انہیں شاید اپنی زیادتی کا احساس بھی نہیں تھا۔

"لگتا ہے یسریٰ کم بولتی ہے۔" تائی جی نے مسکرا کر یسریٰ کو دیکھا تھا جب کہ دادو کو موقع مل گیا تھا۔

"بھئی' ددھیال والوں سے وہ ذرا کم بات کرتی ہے۔ جب اس کے ماما ماموں آئے ہوتے ہیں' تب اس کی چلتی زبان دیکھا کرو۔"

دادو کے طنزیہ انداز پر وہ پریشان نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

یہ ٹھیک تھا کہ وہ آج بات نہیں کر پا رہی تھی لیکن صرف' اپنی عزت کے لیے۔ کیونکہ ہر دفعہ تایا جی کی فیملی کے سامنے پاپا اس کو ضرور ڈانٹتے تھے۔ جب کہ بہت زیادہ باتیں وہ کبھی بھی نہیں کرتی تھی۔

"بھئی' نانی کی تربیت ہے۔" دادو کے طنزیہ انداز پر ثمینہ کے چہرے پر سایہ سا لہرایا۔ سارا کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر زارا جلدی سے بولی۔

"دراصل تایا جی! یسریٰ کم ہی بولتی ہے۔"

"سعد کب تک آرہا ہے بھائی صاحب؟" ثمینہ نے ان کے بڑے بیٹے کے بارے میں پوچھا جو پچھلے پانچ سالوں سے امریکہ میں تھا۔

"دیکھیں بھابھی! ہر سال یہی کہتا ہے' اب آؤں گا۔ اب جب اس کی بیوی حکم دے گی تب ہی آئے گا نا۔"

"ہاں' تمہارا بیٹا ہے تمہاری طرح ہوگا۔" نواز صاحب کے کہنے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔

"جاؤ زارا! چائے بناؤ۔" ثمینہ کے کہنے پر وہ اٹھنے لگی' جب نواز صاحب نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"زارا کو رہنے دیں۔ جاؤ یسریٰ! تم بنا لاؤ۔" وہ تیزی سے اٹھی۔ سارا کو اپنے پیچھے آتا دیکھ کر اس نے جلدی سے آنسو صاف کیے۔

"یہ تو بہت اسٹرونگ ہے۔ میں تو اتنی اسٹرونگ چائے نہیں پیتی۔ مجھے اور بنا دو۔" یسریٰ کے چائے کا کپ اس کی طرف بڑھانے پر صائمہ نے برا سا منہ بنایا۔ سارا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"اس میں تھوڑا سا دودھ ڈال لو۔" سارا نے حتی الامکان اپنے لہجے کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی۔

"نہیں' مجھے نئی بنا دو۔" وہ ہٹیلے پن سے بولی۔ سارا تلملا گئی۔

"دل چاہتا ہے تو پیو ورنہ مت پیو۔"

صائمہ نے حیرت سے سارا کو دیکھا۔

"یسریٰ! صائمہ کے لیے ایک کپ اور بناؤ۔" نواز صاحب کی آواز پر وہ خاموشی سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"کوئی ضرورت نہیں چائے بنانے کی۔ تم کسی کی نوکر لگی ہو۔"

صائمہ نے مسکرا کر سارا کا تلملاتا ہوا چہرہ دیکھا۔

"جب کوئی آپ کی خاطر بولنے والا ہو تو کتنی خوشی ہوتی ہے۔ باجی پلیز' پھر پاپا ڈانٹیں گے۔ پلیز۔" وہ منجی انداز میں بولی۔

"اچھا ہٹو تم۔ میں خود بناتی ہوں۔" یسریٰ نے مسکراتے ہوئے اس کا گال چوم لیا۔

صائمہ کو چائے پکڑاتے ہوئے پتا نہیں کیسے۔ تھوڑی سی چائے اس کے ہاتھ پر چھلک گئی' اس نے تو شور مچا دیا۔ تایا جی کی بیٹی روئے' یہ وہ کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ وہ یسریٰ کو برا بھلا کہنے لگے۔ دادو بھی میدان میں کود پڑیں تو نواز صاحب کیسے پیچھے رہ سکتے تھے۔ انہوں نے بغیر سوچے سمجھے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔

"اس سے تو برداشت نہیں ہوتا' میرے بچے گھر آجائیں۔" دادو کی آواز پر وہ فق چہرہ لیے باپ کو دیکھنے لگی۔

"پاپا! میں نے جان بوجھ کر نہیں گرایا۔" لیکن انہوں نے جیسے سنا ہی نہیں تھا۔

سمیع نے اچانک اٹھ کر انہیں تھام لیا' ورنہ ان کا ارادہ شاید اور مارنے کا تھا۔

"لے جاؤ اسے یہاں سے۔" ان کے کہنے پر کسی نے

UrduPhoto.com

اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ وہ خاموشی سے اندر چلی گئی۔ شاید بچپن میں اس نے کبھی کسی شرارت سے مار کھائی ہو مگر اپنے ہوش و حواس میں اس نے کبھی تھپڑ نہیں کھایا تھا۔ نواز صاحب اور دادو ہمیشہ سب کے سامنے اسے برا بھلا کہتے تھے۔ لیکن آج تو انہوں نے حد کردی تھی۔ اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگیں۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرا تو سارا نے بے اختیار اسے خود سے لپٹا لیا۔ اس کے ساتھ لگی وہ بری طرح رونے لگی۔ جب کہ سارا بہلاتی رہی۔ باہر سے وقفے وقفے سے آتی قہقہوں کی آوازوں پر اس کے رکتے ہوئے آنسو پھر رواں ہو جاتے۔

"سارا! پاپا بلا رہے ہیں۔" تب ہی زارا اندر داخل ہوئی۔

"مجھے نہیں آنا۔" سارا کی غصیلی آواز پر وہ دروازہ بند کر کے اندر آگئی۔

"پاگل مت بنو۔ پاپا کو پھر غصہ آجائے گا' چلو۔" زارا نے اس کا ہاتھ پکڑا جسے اس نے جھٹک دیا۔

"کہا نا نہیں آنا' جاؤ۔" اس کے قطعی انداز پر زارا نے بے بسی سے اسے دیکھا اور باہر نکل گئی۔ پھر ثمینہ کو اندر آتا دیکھ کر سارا نے اپنا رخ پھیر لیا۔ جب کہ یسریٰ نے کا سر ہنوز جھکا ہوا تھا۔

"یسریٰ نے کھانا نہیں کھایا؟"

"یسریٰ کو کھانا دینے کی کیا ضرورت ہے' ایک ہی بار زہر دے دیں۔" یسریٰ نے اپنے قریب سارا کی زہر خند آواز سنی' ثمینہ نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

"تمہیں بہن ہو کر اتنی تکلیف ہو رہی ہے تو سوچو' مجھے ماں ہو کر کتنی تکلیف ہوگی۔"

"کیا فائدہ ایسی تکلیف کا' جب آپ کچھ کر نہیں سکتیں۔ پاپا کو یہ بات کیوں سمجھ میں نہیں آتی۔ جب تک وہ خود ہماری عزت نہیں کروائیں گے۔ کوئی ہماری عزت نہیں کرے گا۔ حمائمہ اگر تایا جی کی بیٹی ہے تو ہم ان کی بیٹیاں ہیں۔ نہ ہی آج تک پاپا آپ کی عزت کروا سکے۔ کیونکہ انہیں آپ سے پیار نہیں اور نہ ہماری کروا سکتے ہیں۔ کیونکہ انہیں ہم سے بھی پیار نہیں۔"

غصے سے بولتے ہوئے سارا کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ ثمینہ خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گئیں۔

"تم بہت جذباتی ہو سارا! اور کبھی کبھی بے حد زیادتی کر جاتی ہو۔" آنکھیں بند کرنے سے پہلے اس نے زارا کی آواز سنی۔ سارا کے کروٹ بدلتے ہی یسریٰ نے بھی آنکھیں بند کر لیں۔

☼ ☼ ☼

نماز پڑھنے کے بعد وہ بڑے مطمئن انداز میں کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ لیکن نواز صاحب کو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا دیکھ کر دل کی دھڑکن سہم کر کچھ مدھم پڑ گئی۔ ان کے اندازے کے مطابق اب تک انہیں سو جانا چاہیے تھا۔ انہوں نے دروازہ بند کرنے کے بہانے رخ موڑ کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔ گھڑی پر الارم لگانے سے پہلے انہوں نے چور نظروں سے انہیں دیکھا جو بظاہر کتاب پڑھنے میں منہمک تھے۔ لیکن وہ جانتی تھیں کوئی بات تو ضرور ہے۔

"یسریٰ اتنی شام کو کہاں سے آرہی تھی؟" ثمینہ نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا وہ بھی سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"اعجاز بھائی کے گھر گئی تھی۔"

"روز اس کا وہاں جانا ضروری ہے؟ پہلے یہ مسئلہ تھا کہ شایان سے پڑھائی میں مدد لیتی ہے۔ اب اگر کوئی نیا بہانہ ہو تو وہ بتا دو۔"

ثمینہ نے سر جھکا لیا۔

"امی مجھے بتا رہی تھیں کالج سے آکر سیدھی وہیں چلی جاتی ہے۔ انہوں نے اتنی بار منع کیا ہے' پھر بھی باز نہیں آتی۔ تم اپنی زبان میں اسے سمجھا دو اس کے لیے یہی بہتر ہے ورنہ میں پھر میں بہت بری طرح پیش آؤں گا۔"

"یسریٰ شروع سے اعجاز بھائی کی فیملی کے ساتھ رہی ہے' اس لیے وہ لوگ یسریٰ کے ساتھ زیادہ انیسیچ ہیں وہ نہ بھی جائے تو اعجاز بھائی خود آکر اسے لے جاتے ہیں۔" انہوں نے ڈرتے ڈرتے ان کا چہرہ دیکھا۔

"جو بھی ہے۔ مجھے اتنی دیر تک اس کا وہاں رہنا پسند نہیں' تم تو پتا نہیں کس دنیا میں رہتی ہو کوئی ہوش نہیں۔ جوان بیٹی ہے تمہاری اور اس گھر میں دو جوان لڑکے رہتے ہیں۔ امی دھیان نہ دلاتیں تو مجھے پتا ہی نہیں چلنا تھا۔"

ثمینہ نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

"اس سے کہو اب اپنے ماموں کے گھر کے طور طریقے بھول جائے۔" انہوں نے کہتے ہوئے ثمینہ کو دیکھا جو سر جھکائے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھنے میں گم تھیں۔ غصے کے

ساتھ ناگواری کی ایک لہر ان کے اندر دوڑ گئی۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں۔" ثمینہ نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"میں یسریٰ کو سمجھا دوں گی۔" ان کے نرم لہجے پر ایک پل کے لیے وہ چپ رہ گئے۔

"خاک سمجھا دو گی۔ تمہاری بیٹی ہے' تمہاری طرح بے دماغ۔" انہوں نے چادر کو جھٹکا دیا اور کروٹ بدل کر لیٹ گئے۔

☼ ☼ ☼

"ہیلو!" شایان کی آواز پر وہ ایک پل کے لیے حیران ہوئی پھر مسکراتی ہوئی اس کے قریب آگئی۔

"کیا بات ہے' کالج گرل بن کر تم نے شکل دکھانی ہی بند کر دی ہے۔" وہ کیا جواب دیتی محض مسکرا کر رہ گئی۔

"مسکرائے جا رہی ہو' کوئی جواب تو دو۔"

"آپ جو آگئے ہیں۔"

"ظاہری بات ہے مجھے تو آنا تھا۔ پاس ہو گیا ہوں' تمہارا منہ میٹھا کروانے آیا ہوں۔" اس نے گلاب جامن کا ڈبہ اس کی طرف بڑھایا تو وہ بے تحاشا خوش ہو گئی۔

"بہت بہت مبارک ہو۔"

"ریحان نے اپنے کالج میں پوزیشن لی ہے۔" اس نے مزید بتایا۔

"چلو میں تمہیں لینے آیا ہوں۔"

"بھائی میں....." وہ گھبرا کر سارا کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"شایان! دراصل امی گھر پہ نہیں ہیں۔ وہ آتی ہیں تو ہم سب آئیں گے۔" وہ حیرت سے سارا کو دیکھنے لگا پھر سر ہلاتے ہوئے ایک گہرا سانس لیا۔

"اوکے....."

شایان کو جاتا دیکھ کر یسریٰ نے بڑی مشکل سے خود کو رونے سے باز رکھا۔

"شایان نے جب مجھے آکر بتایا کہ یسریٰ نہیں آئی اور سارا نے شام کو آنے کو کہا ہے تو میں سمجھ گیا تھا۔ ضرور کوئی بات ہے۔"

شام کو اعجاز صاحب خود ان کے گھر میں موجود تھے۔ ثمینہ نے اعجاز صاحب کو ساری بات بتا دی' لیکن جوان لڑکوں والی بات گول کر گئیں۔ کیونکہ یہ بات شایان' اعجاز بھائی کے علاوہ یسریٰ کو بھی تکلیف دے سکتی تھی۔

"آؤ بھائی نواز! تمہارا ہی انتظار ہو رہا تھا۔" اعجاز صاحب کو دیکھ کر وہ کچھ حیران ہوئے۔

"کہاں ہوتے ہو' اب تو ہم تمہارے ہمسائے ہوتے ہیں' کبھی چکر ہی لگا لیا کرو۔" اعجاز صاحب نے گلے ملتے ہوئے شکوہ کیا تو وہ مسکرا کر رہ گئے۔

"بچے پاس ہوئے ہیں تو گھر میں ایک چھوٹی سی پارٹی رکھی ہے۔ تمہیں ضرور آنا ہے۔ میں خاص طور پر تمہیں انوائٹ کرنے آیا ہوں۔ اور یہ جو میری بہن ہے یہ تو شروع سے ایسی ہے' پر میری بیٹی کو پتا نہیں کیا ہوا ہے؟ اتنے دنوں سے انتظار کر رہا ہوں آتی ہی نہیں۔"

اعجاز صاحب نے یسریٰ کو بازو کے گھیرے میں لیا تو ثمینہ نے نواز صاحب کی طرف دیکھا' جن کے چہرے سے کچھ اندازہ لگانا مشکل تھا۔

"میں تو اپنی بیٹی کے بغیر اداس ہو جاتا ہوں' اس لیے خود اسے لینے آگیا۔ تو پھر ٹھیک ہے نواز' تم شام کو ضرور آنا اور اپنی بیوی کو بھی لے کر آنا۔"

ان کے انداز پر نواز صاحب مسکرا دیے' تو ثمینہ نے سکون کا سانس لیا۔

"اپنی بیٹی کو میں لے کر جا رہا ہوں تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟" انہوں نے سوالیہ انداز میں نواز صاحب کی شکل دیکھی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔

☼ ☼ ☼

اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی انہوں نے پلٹ کر دیکھا جہاں یسریٰ تذبذب کی کیفیت میں کھڑی تھی۔

"کیا بات ہے یسریٰ؟" انہوں نے گندھا ہوا آٹا برتن میں منتقل کرتے ہوئے پوچھا۔

"امی! وہ فصیحہ' ماموں کی طرف آئی ہوئی ہے۔ میں کچھ دیر کے لیے چلی جاؤں؟ جلدی آجاؤں گی۔" وہ بات مکمل کر کے بڑی آس سے ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"ٹھیک ہے جلدی آجانا۔"

"تھینک یو۔" وہ تیزی سے باہر کی طرف بھاگی۔

جب وہ گیٹ کھول کر اندر داخل ہوئی تو فصیحہ لاؤنج کے دروازے سے کان لگائے کھڑی تھی۔

اس کے اشارے سے وجہ پوچھنے پر فصیحہ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ آہستگی سے

UrduPhoto.com

چلتی ہوئی اس کے قریب آگئی۔ اندر سے اعجاز صاحب کے زور زور سے بولنے کی آواز آرہی تھی۔

"اتنے مہنگے کالج میں داخلہ لینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ایم بی اے کرنا ضروری نہیں ہے۔ تم ایم اے بھی کرسکتے ہو۔"

"میں نے اتنے اچھے گریڈز کے ساتھ بی کام اس لیے نہیں کیا کہ بعد میں صرف ایم۔ اے کرکے بیٹھ جاؤں۔" اعجاز صاحب کے بعد ریحان کی دھیمی لیکن تلخ آواز سنائی دی۔ یسریٰ نے بیزاری سے گہرا سانس لیا۔

"پاپا! ایم اے میرا ٹارگٹ نہیں ہے۔"

"بہرحال میں اتنی زیادہ فیس نہیں دے سکتا۔" اعجاز صاحب کے حتمی انداز پر اندر خاموشی چھاگئی تو اس نے اکتا کر فصیحہ کا بازو کھینچتے ہوئے اور اسے لان میں لے آئی۔

"آج انکل بہت غصے میں لگ رہے تھے۔ ریحان ایم بی اے کرنا چاہتا ہے تو اس میں ڈانٹنے والی کون سی بات تھی؟" فصیحہ نے کہا۔

"ماموں کو زیادہ پتا ہے۔ تم چھوڑو، یہاں روز یہی بحث ہوتی ہے۔" یسریٰ کے سرسری انداز پر فصیحہ نے افسوس سے سرہلایا۔

"اس ڈگری کی اپنی ایک ویلیو ہے، اب اگر کچھ روپے لگیں گے تو ریحان کا فیوچر بھی تو بن جائے گا۔"

"اب میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" فصیحہ کے افسردہ انداز پر وہ کندھے اچکا کر بولی۔

"اچھا تمہیں پتا ہے شایان بھائی دوبئی جارہے ہیں۔"

"واقعی!" یسریٰ خوش ہونے کے ساتھ ساتھ حیران بھی ہوئی تھی۔

"میرے چاچو اور شایان بھائی کے ماموں جو دوبئی میں رہتے ہیں۔ وہاں کوئی جاب ہے وہ بلا رہے ہیں۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ شایان بھائی سے ٹریٹ لینی چاہیے۔"

"اسی لیے تو میں بھی آئی ہوں اور تمہیں بھی بلایا ہے۔" فصیحہ کے آنکھیں گھمانے پر وہ مسکراتے ہوئے سرہلانے لگی۔

اس وقت شایان وہاں سے گزرا تو فصیحہ نے اسے کہنی ماری۔

"شایان بھائی جارہے ہیں۔"

"شایان بھائی!" یسریٰ کے پکارنے پر وہ رک گیا۔

"ہم آپ کا کمپیوٹر یوز کرلیں؟"

شایان کے اثبات میں سرہلاتے ہی وہ دونوں تیزی سے اس کے کمرے کی طرف بھاگیں۔

"یار! یہ تو بہت بورنگ سونگز ہیں۔" فصیحہ نے سی ڈیز الٹ پلٹ کرتے ہوئے برا سا منہ بنایا۔ جب کہ یسریٰ مختلف فائلز کھولنے میں مصروف تھی۔

"آئیڈیا!" فصیحہ نے چٹکی بجائی۔ "ایسا کرتے ہیں، ریحان کے کمرے سے سی ڈی لے آتے ہیں۔"

"فصیحہ کے آئیڈیے پر اس نے فوراً" نفی میں سرہلایا۔

"کبھی نہیں، میں تو نہیں جارہی ان کے کمرے میں۔ پتا بھی ہے تمہیں اپنی چیزوں کو وہ ہاتھ لگانے نہیں دیتے۔"

"کچھ نہیں ہوتا یار! ویسے بھی میں نے ابھی ریحان کو باہر جاتے دیکھا ہے۔ چلو نا۔"

اس کے ملتجی انداز پر وہ طوعاً کرہاً اٹھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے فصیحہ کو آگے کیا جس نے آہستگی سے ہینڈل گھمایا۔ خالی کمرے کو دیکھ کر دونوں نے سکون کا سانس لیا۔ اور سی ڈی لے کر واپس آگئیں۔

"میں گھر جارہی ہوں۔" گھڑی دیکھتے ہی یسریٰ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تھوڑی دیر رکو نا۔" فصیحہ کی نظریں کمپیوٹر اسکرین پر ہی تھیں۔

"تمہیں بھئی! پاپا بھی آنے والے ہوں گے۔"

"اچھا پھر یہ سی ڈی ریحان کے کمرے میں رکھ جاؤ۔"

"کیا مصیبت ہے؟" اس نے جھینپنے کے سے انداز میں سی ڈی اس کے ہاتھ سے کھینچی اور پھر جس تیزی سے وہ دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اسی تیزی سے اس کے قدم رکے تھے۔ اسے دیکھتے ہی ریحان کا ہاتھ پیچھے کی طرف گیا۔ اور پیشانی پر کئی سلوٹیں نمودار ہوئیں۔ اگلے ہی پل وہ جھک کر بیڈ کے نیچے رکھی ایش ٹرے میں سگریٹ مسل رہا تھا، جب کہ وہ حیران پریشان کھڑی تھی۔ وہ جانتی تھی، ماموں کو سگریٹ پینا کتنا برا لگتا ہے۔ اور ریحان کے انداز سے وہ یہ بھی جان چکی تھی کہ گھر میں یہ بات کوئی نہیں جانتا۔

"تمہیں کبھی تمیز نہیں آسکتی۔ کسی کے روم میں ناک کرکے آتے ہیں۔ جہاں دل چاہتا ہے منہ اٹھا کر گھس جاتی ہو۔" وہ ایک دم اس کے سر پر آکر دھاڑا، تو وہ گھبرا کر پیچھے

ہٹی۔

"میں یہ سی ڈی...." اس نے دائیں ہاتھ میں پکڑی سی ڈی اس کے آگے کی۔

"کس سے پوچھ کر تم نے یہ سی ڈی لی۔" سی ڈی ہاتھ میں لیتے ہوئے اس نے یسریٰ کو اپنی سرخ آنکھوں سے گھورا۔ "اب میری شکل کیا دیکھ رہی ہو۔ دفع ہوجاؤ اور خبردار آئندہ میرے کمرے میں قدم بھی رکھا تو۔"

اس کی آنکھوں میں پانی اکٹھا ہونے لگا تو وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی۔

"کیا ہوا اتنا شور کیوں کررہے ہو؟" تب ہی اعجاز صاحب اور ان کے پیچھے فرزانہ اور فصیحہ داخل ہوئے۔ اس کی آنسوؤں میں مزید روانی آگئی۔

"ماموں! ریحان بھائی اسموکنگ کررہے تھے۔" اس نے بلا سوچے سمجھے کہہ دیا۔ اب ریحان کو ڈانٹ پڑتی تو اسے تسلی ہوجاتی۔ لیکن اس اچانک ہی اعجاز صاحب کے تیور بدلے اور انہوں نے ریحان کو ایک کے بعد دوسرا تھپڑ لگادیا۔ باقی سب کے ساتھ ساتھ وہ بھی ساکت ہوگئی۔ ایسا تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اس نے ریحان کا چہرہ دیکھا جو شدتِ ضبط سے سرخ ہوگیا تھا۔ وہ گھبرا کر باہر نکل آئی۔ لیکن اعجاز صاحب کی غصیلی آواز نے لان کے آخری سرے تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

☆ ☆ ☆

وین سے اترتے ہی اس نے گہرا سانس لے کر خود کو پرسکون کیا۔ آج ایف۔ ایس۔ سی کا آخری پیپر تھا۔ اور اسے لگ رہا تھا جیسے سر سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ پچھلے بارہ دنوں سے وہ ٹھیک طرح سے سوئی نہیں تھی۔ آج اس کا جی بھر کر سونے کا پروگرام تھا۔ زارا کے ساتھ بازار جاکر اپنی پسند کا سوٹ لینا تھا جو پچھلی بار وہ چھوڑ آئی تھی۔ ماموں کی طرف جانا تھا۔ پچھلے ایک ماہ سے وہ جا ہی نہیں سکی۔

"فصیحہ کو بلالوں گی اس کا شکوہ بھی ختم ہوجائے گا۔"

اس نے مسکرا کر فائل کو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ میں منتقل کیا۔ اور نظر اٹھا کر دور تک جاتی سڑک کو دیکھا۔ کبھی کبھی وہ خود حیران ہوتی تھی کہ ایک وقت ایسا تھا جب وہ روزانہ ماموں کے گھر جاتی تھی۔ اور اب کہاں ایک ماہ گزر جاتا تھا۔ یہ فرق پچھلے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں آیا تھا۔ جب سے شایان دبئی گیا تھا۔ اعجاز صاحب تو ہر دوسرے تیسرے دن ان سے ملنے آتے تھے۔ کبھی کبھی وہ جاکر خود فرزانہ ممانی سے مل آتی تھی اور ان کے کتنے کام بھی کر آتی۔ اور جہاں تک ریحان کی بات تھی۔ ان دونوں کے تعلقات کبھی اتنے خوشگوار نہیں رہے تھے کہ ایک دوسرے کو دیکھے بغیر ان کی صحت پر کوئی فرق پڑے۔ پچھلے ڈیڑھ سال میں صرف ایک آدھ جھلک ہی دیکھی ہوگی، ورنہ وہ اس کے آنے سے پہلے وہاں سے نکلنے کی کرتی تھی۔ ریحان کا تو پتا نہیں لیکن وہ خود ابھی تک ماموں کا تھپڑ اور ریحان کا سرخ چہرہ نہیں بھولی تھی۔

اچانک دائیں طرف سے آتے شور پر اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا، بچے کی پتنگ ساتھ والوں کی دیوار پر اٹکی ہوئی تھی ان لوگوں نے شاید واشنگ مشین لگائی تھی۔ ساری دیوار رنگ برنگے کپڑوں سے سجی تھی۔

"اوہ!" اس نے بے ساختہ سر پر ہاتھ مارا۔ ماموں کے گھر کپڑے دھونے والی نہیں آرہی تھی۔ وہ جانتی تھی جوڑوں کے درد کی وجہ سے فرزانہ ممانی کو پرابلم ہوتی ہوگی۔ "آج میں ضرور جاؤں گی۔" گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے وہ بڑبڑائی۔ لیکن لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اپنے پہلے منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی سوچ خاک میں ملتی محسوس ہوئی۔ وہ دادو، تایا جی اور تائی جی کو سلام کرتے ہوئے اپنے کمرے میں آگئی۔

بیڈ پر گرتے ہی اسے لگا بارہ دن کی تھکن اچانک اس کے وجود میں سرایت کرگئی ہو۔ حالانکہ ابھی کچھ دیر پہلے تک وہ خود کو کافی ہلکا پھلکا محسوس کررہی تھی۔ اس کا بستر سے اٹھنے کا بالکل موڈ نہیں تھا، لیکن باہر جانا بھی ضروری تھا۔ مجبوراً وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اتنی بیٹیاں اللہ نے دے دیں۔ میرا بیٹا تو انہیں بیاہتے بیاہتے ہی بوڑھا ہوجائے گا۔" اندر داخل ہوتے ہی دادو کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ وہ خاموشی سے ان کے پیچھے جاکر بیٹھ گئی۔ نہ اس پر نظر پڑے نہ اس کی عزت افزائی ہو۔

"واقعی امی! بیٹیوں کا بڑا بوجھ ہوتا ہے۔ ایک ہی بھاری ہوتی ہے نواز کی تو پھر تین ہیں۔"

تایا جی نے ہمیشہ کی طرح دادو کی ہاں میں ہاں ملائی تو اس نے اپنے باپ کا افسردہ چہرہ اور پھر ماں کو دیکھا جو شرمندہ تھیں۔ اس نے سارا کا جھکا ہوا چہرہ دیکھا جو انگوٹھے سے

UrduPhoto.com

کارپٹ کو کرید رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس وقت وہ کتنے ضبط سے کام لے رہی ہے۔

"آج ہم آئے ہی اس لیے ہیں۔ زارا ایم اے تو کر چکی ہے۔ تم نے اس کی شادی تو کرنی ہی ہے۔ سمیع سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے۔ اپنا بچہ ہے' پرائے لوگوں کا کیا پتہ ہوتا ہے۔ اپنا مارے گا بھی تو چھاؤں میں ڈالے گا۔"

دادو کے اس عظیم فلسفے پر نواز صاحب نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"اور پھر میرے بھائی ہونے کا کیا فائدہ جب میں تمہارا بوجھ ہلکا نہ کر سکوں۔"

تایا جی نے بھی اپنی وسیع القلبی کا مظاہرہ کیا۔

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔" نواز صاحب نے مسکراتے ہوئے گویا رشتہ طے کرنے کی نوید دی۔

"ثمینہ! تمہارا کیا خیال ہے؟" تائی جی نے خانہ پوری کی۔

"جو آپ کی مرضی۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

شادی کی تاریخ کے حوالے سے گفتگو ہونے لگی تو سارا اٹھ کر باہر نکل گئی اور اس کے پیچھے وہ بھی باہر آ گئی۔ بات تو بہت خوشی کی تھی۔ ان کے گھر پہلی شادی تھی' لیکن زارا کی سرخ آنکھیں اور سارا کے برتن پٹخنے نے اسے اپنی خوشی ظاہر کرنے سے باز ہی رکھا۔

عصر کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ وہ چپ چاپ کمرے کی طرف بڑھ گئی' نماز ادا کر کے جب وہ باہر آئی تو لاؤنج خالی تھا۔ نیند ایک بار پھر اس کے حواسوں پر چھانے لگی۔ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھی لیکن وہاں ایک اور بحث چھڑی ہوئی تھی وہ گہرا سانس لے کر پھر بیٹھ گئی۔

"یہ رشتہ مانگنے آئے تھے یا احسان کرنے۔ ایک ہی بات بوجھ' بوجھ آخر وہ لوگ بھی تو ہوتے ہیں جن کی پانچ پانچ بیٹیاں ہوتی ہیں اور لوگ انہیں بھی سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جو اولاد کو ترستے ہیں۔"

سارا اونچی آواز میں بول رہی تھی۔ اس کی مخاطب پتا نہیں زارا تھی یا ثمینہ۔

"اور دادو کا فلسفہ سنا تھا آپ نے؟ اپنا مارے گا بھی تو چھاؤں میں ڈالے گا۔ تو لعنت نہ بھیجو ایسے اپنے پر جس نے مارنا ہی ہے۔"

"سارا! تمہیں تکلیف کیا ہے؟" ثمینہ نے تھکے ہوئے انداز میں اس کا چہرہ دیکھا۔ "کیا غلط کہا بھائی صاحب نے۔ بیٹیاں بوجھ ہی تو ہوتی ہیں۔ کتنی بھاری ہوتی ہیں۔ یہ بوجھ سے پوچھو۔"

ان کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ اور پہلی بار یسریٰ نے تکلیف محسوس کی۔ ان کے لہجے کی تھکن جیسے اس کے اندر اتر گئی تھی۔

"کیا برائی ہے سمیع میں' بہت اچھا ہے۔"

"ہو گا اچھا لیکن اس کی سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ وہ پاپا کا بھتیجا اور تایا جی کا بیٹا ہے۔ اور ان دونوں کو میں نے کبھی بھی اپنی بیویوں کی عزت کرتے نہیں دیکھا۔ بیٹا ہمیشہ باپ کا پرتو ہوتا ہے۔ مسعود بھائی اس بات کو ثابت بھی کر چکے ہیں' لو میرج کی تھی انہوں نے' ڈیڑھ سال کے عرصہ میں دس بار اپنی بیوی پر ہاتھ اٹھا چکے ہیں۔ دو بار نوبت طلاق تک پہنچ چکی ہے۔ اور مجھے پورا یقین ہے کہ اب کی بار بات فائنل ہو گی۔ اور سعود بھائی کی بیوی کے مستقبل میں آپ اپنی بیٹی کا مستقبل دیکھ سکتی ہیں۔"

"سارا! اپنی بکواس بند کرو۔"

ثمینہ روتے ہوئے چلائیں۔ جبکہ زارا جو چپ چاپ آنسو بہا رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر زور زور سے رونے لگی۔

"رونے سے مسئلے حل نہیں ہوتے۔ آج تک امی کی خاموشی کی وجہ سے پاپا نے کبھی انہیں اہمیت نہیں دی۔ کیا فائدہ ایسی خاموشی کا' نہ پاپا کو پہلے آپ کی قدر تھی نہ آئندہ ہو گی۔ اور تم....." وہ زارا کی طرف مڑی۔

"روتی رہو یونہی' لیکن میں خود پاپا سے بات کروں گی۔"

"سارا! اگر تم میری وجہ سے یہ سب کر رہی ہو تو مت کرو' مجھے تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں۔" زارا نے غصے سے اسے دیکھا۔

"بھاڑ میں جاؤ میری طرف سے۔" اگلے ہی پل وہ تن فن کرتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"کیا بیٹیاں بوجھ ہیں؟" وہ ایک ہی بات سوچے جا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" ثمینہ نے استری اسٹینڈ کی طرف بڑھتی ہوئی سارا کو حیرت سے دیکھا۔ "ہر وقت ایک مصیبت میرے لیے تیار رکھتی ہو۔ زارا اور یسریٰ کو دیکھو' مجال ہے ان دونوں نے مجھے تنگ کیا ہو۔ پتا

نہیں تمہارا شیطانی دماغ ہر وقت کے منصوبے بناتا رہتا ہے۔" وہ جو بہت پریشانی سے ماں کو دیکھ رہی تھی' آخری بات پر اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"میں تم سے کہہ رہی ہوں؟"

"جی امی! سن رہی ہوں۔" وہ اسی مگن انداز میں اپنے کپڑوں پر استری پھیر رہی تھی۔

"اپنے باپ کو نہیں جانتی کیا؟" انہوں نے ڈرانا چاہا۔

"جانتی ہوں۔" وہ اسی مطمئن انداز میں بولی۔

"اپنے باپ کو جانتی ہو' ددھیال کو جانتی ہو' پھر بھی جاب کرنے کا خناس دماغ میں بٹھا لیا۔"

"جی' پھر بھی...." وہ ایک نظر انہیں دیکھ کر کپڑے لے کر اندر بڑھ گئی۔

"اور وہ جو زارا کی شادی کی اتنی تیاری باقی ہے' وہ کون کرے گا؟" انہوں نے اسے روکنے کی ایک اور کوشش کی۔

"تین ماہ سے تیاری کر رہے ہیں۔ کافی ہو چکی ہے اور جو رہ گئی ہے میں کر لوں گی۔" وہ اطمینان سے چائے پینے لگی۔ کچھ دیر بعد اس نے نظریں اٹھا کر ثمینہ کا افسردہ چہرہ دیکھا اور کپ واپس رکھ دیا۔

"دیکھیں امی! اتنی محنت سے میں نے ایم ایس سی کیا ہے۔ اب گھر بیٹھ کر میں اسے ضائع تو نہیں کر سکتی۔ اور پھر اتنی اچھی سیلری ہے۔ یہ چانس مس کرنا سراسر بے وقوفی ہو گی۔ اور اگر ماحول کی وجہ سے ڈر رہی ہیں تو فکر نہ کریں۔ ریحان کا آفس بھی نزدیک ہے۔ اسی سے پوچھ کر میں انٹرویو دینے گئی تھی۔"

"لیکن تمہارے پاپا!" وہ خود تو کافی حد تک مطمئن ہو گئی تھیں لیکن انہیں نواز صاحب کا ڈر تھا۔

"میں انہیں منا لوں گی۔ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔"

سارا کے مطمئن انداز پر یسریٰ نے رشک اور حیرت سے اسے دیکھا۔ سارا تو چلی گئی لیکن وہ پیچھے ہولتی رہی۔ اتنے سال گزرنے کے بعد بھی اسے پاپا کی اونچی آواز سے بہت خوف محسوس ہوتا تھا۔ اور شام کو وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔ جیسے ڈانٹ اسے ہی پڑ رہی ہو۔ اور جسے پڑ رہی تھی وہ سپاٹ چہرہ لیے قالین پر تو سارا کچن میں آ گئی۔ کچھ دیر بعد جب اس نے سارا کو چائے کا کپ نواز صاحب کے کمرے کی طرف لے کر جاتے ہوئے دیکھا تو دل کی دھڑکن مدہم ہو گئی۔ لیکن کچھ ہی دیر بعد وہ مسکراتی ہوئی باہر تھی۔

"کیا ہوا؟" یسریٰ نے بے تابی سے پوچھا تو زارا نے مسکرا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"ہونا کیا تھا؟ چائے کے کپ' تھوڑے سے ڈانٹ پلاگ' تھوڑے سے آنسو اور کام بن گیا۔" وہ کھلکھلا کر ہنسی تو یسریٰ کا کب سے رکا ہوا سانس بحال ہوا۔

☆ ☆ ☆

دلہن بنی زارا پر سے اس نے بڑی مشکل سے نظریں ہٹائی تھیں۔ نم آنکھوں کے ساتھ زارا کو پیار کرتے ہوئے نواز صاحب کو دیکھ کر اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ زارا اور سارا سے پیار کرتے ہیں۔ صرف اس کی بدقسمتی تھی' جو وہ ان کے پیار سے محروم تھی۔ وہ بجھے دل کے ساتھ باہر نکل آئی۔ جہاں بارات آ چکی تھی۔ تھوڑی دیر بعد زارا کو بھی اسٹیج پر لے آئے تھے۔ ان دونوں کو ساتھ بیٹھا دیکھ کر اس نے اپنی بہن کی خوشیوں کے لیے بے شمار دعائیں کی تھیں۔ ان سب اندیشوں کے غلط ہونے کی دعائیں جو ان لوگوں لاحق تھے۔ کیونکہ اس کی بہن واقعی چاہے جانے کے قابل تھی۔ اس کی آنکھوں پر کسی نے ہاتھ رکھا تو سامنے کا منظر اوجھل ہو گیا۔ اس نے گھبرا کر اپنی آنکھوں پر رکھے ہاتھ کو ہٹانا چاہا۔

"میں کون ہوں؟" کوئی اس کے کان کے قریب آواز بدل کر بولا لیکن وہ پھر بھی پہچان گئی تھی۔

"ماموں!" اس کے مسکرانے پر انہوں نے ہاتھ ہٹا لیے۔

"پہچان لیا موٹی بلی۔" اعجاز صاحب نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"موٹی کہاں سے نظر آتی ہے آپ کو' بے چاری اچھی خاصی کمزور ہو گئی ہے۔" فرزانہ ممانی نے اسے گلے لگاتے ہوئے اعجاز صاحب سے کہا۔

"بچپن سے کہتا آ رہا ہوں اب تو مشکل سے یہ عادت چھوٹے گی۔" وہ مسکرائے۔

"ارے فصیحہ!" فصیحہ کو دیکھ کر وہ بے حد خوش ہو گئی۔

"ریحان بھائی نہیں آئے؟"

UrduPhoto.com

"آیا ہے' کوئی دوست مل گیا ہے' وہ کھڑا ہے۔" اعجاز صاحب کے دروازے کی طرف اشارہ کرنے پر اس نے دور کھڑے ریحان کو دیکھ کر سر ہلا دیا۔

"آؤ تمہیں سمیع بھائی سے ملواؤں۔" وہ فصیحہ کا ہاتھ پکڑ کر اسٹیج کی طرف بڑھنے لگی۔

گوشت پر سوکھا دھنیا چھڑک کر اس نے ڈھکن بند کر کے آنچ ہلکی کر دی۔

"کتنی دیر اور لگاؤ گی؟" فصیحہ کی زوردار آواز پر اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا ٹماٹر نیچے گر گیا۔

"کیا تکلیف ہے؟" اس نے فصیحہ کو گھورا۔

"جب سے آئی ہو کچن میں گھسی ہوئی ہو۔ تم میرے لیے آئی ہو یا کچن کے نمک مسالے کی بو سونگھنے۔" یسریٰ نے ٹماٹر دھو کر پلیٹ میں رکھا۔

"تمہارے لیے ہی آئی ہوں' بس تھوڑا سا کام رہ گیا ہے۔ تم بتاؤ تم کیا کہہ رہی تھیں؟"

"میں نے ابھی کچھ کہا ہی نہیں۔" اسے تیزی سے ٹماٹر کاٹتا دیکھ کر فصیحہ نے تلملا کر کہا۔ اس کے تلملانے پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"بس کرو یسریٰ! تھک جاؤ گی' باقی کام میں کرلوں گی۔" فرزانہ نے اندر داخل ہوتے ہی چھری اس کے ہاتھ سے لے لی۔

"یہی تو میں اس سے کہہ رہی ہوں پھوپھو! پہلے تو اچھی بھلی ہوتی تھی۔ پتہ نہیں گھڑ بننے کا شوق اسے کب سے ہو گیا ہے۔"

"گھڑ تو وہ شروع سے ہے۔ میرے اتنے کام اپنے سر لے رکھے ہیں۔ ایک تم ہو جب آئی ہو میرے کام بڑھا کر جاتی ہو۔" فرزانہ نے اس کے سر پر چپت لگائی تو وہ حیرت سے ان کی طرف مڑی۔

"پھوپھو! میں بھی تو آپ کا کام کرتی ہوں' بس یہ ہنڈیا نہیں پکا سکتی' بہت مشکل کام ہے۔"

"اچھا پھر ایسا کرو استری اسٹینڈ پر تمہارے انکل کے کپڑے پڑے ہیں انہیں پریس کر دو۔"

"پھوپھو!" وہ منہ بنا کر بولی۔ "دراصل کپڑے تو میں استری کر دوں لیکن مجھ سے ٹراؤزر کی کریز نہیں بنتی۔"

اس کے بہانے پر فرزانہ کے ساتھ یسریٰ بھی ہنس پڑی۔

"زارا کیسی ہے۔ اپنے گھر میں خوش ہے؟"

"جی بہت...." اس نے مسکرا کر فرزانہ کو دیکھا۔

"اور سارا کیا کر رہی ہے؟"

وہ اپنی جاب میں بہت خوش اور مگن ہیں۔"

"چلو اللہ دونوں کو خوش رکھے۔" ان کے باہر نکلتے ہی وہ دونوں بھی باہر آ گئیں۔

"یسریٰ بیٹی سے مجھے اتنا سکھ ہے' دل کرتا ہے اسے ہمیشہ کے لیے یہاں لے آؤں۔" فرزانہ کی بات پر وہ ایک پل کے لیے حیران ہوئی' اگلے ہی پل وہ میگزین اٹھا چکی تھی۔ اب وہ اتنی ناسمجھ بھی نہیں تھی کہ ان کی بات کا مطلب نہ سمجھتی۔

"تمہیں پتا ہے' پھوپھو نے ایسا کیوں کہا؟" فرزانہ کے باہر نکلتے ہی فصیحہ اس کے قریب آ گئی۔

"مجھے کیا پتا۔" اس نے بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ روکی۔

"دراصل اس دن پھوپھو' ماما سے بات کر رہی تھیں کہ تم انہیں بہت اچھی لگتی ہو۔ اور تمہارے اور شایان کے درمیان کافی اچھی انڈر اسٹینڈنگ بھی ہے تو وہ سوچ رہی ہیں کہ تمہاری اور شایان کی...." فصیحہ بات ادھوری چھوڑ کر شرارت سے مسکرائی تو اس بار وہ بھی مسکرا دی۔

"سچ بہت مزہ آئے گا تم اور شایان۔ میں اور ریحان۔"

"کیا....؟" اس کی چیخ پر فصیحہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"پھوپھو نے میری اور ریحان کی بھی بات کی تھی۔ وہ دونوں تو بڑی رازداری سے باتیں کر رہی تھیں' لیکن تمہیں تو پتا ہے مجھے بڑوں کی باتیں سننے میں بڑا مزہ آتا ہے۔"

وہ مزہ لیتے ہوئے مسکرائی تو یسریٰ نے اس کے کندھے پر زور سے دھپ لگائی۔

"تم تو ایسے خوش ہو رہی ہو جیسے تمہاری شادی ریحان بھائی سے نہیں ٹام کروز سے ہو رہی ہے۔"

"لو' تو ریحان کسی ٹام کروز سے کم ہے۔ اتنا ہینڈسم ہے' میری ساری دوستیں اسے دیکھ کر میرے نصیب پر رشک کر رہی تھیں۔ تمہیں کیا پتا بدذوق لڑکی!"

"اچھا اب میں بدذوق ہو گئی۔" یسریٰ نے تیکھی نظروں سے اسے گھورا۔ "تم اسی میں خوش ہو کہ وہ بڑے ہینڈسم

ہیں' جب کہ ان کی عادتیں...." اس نے افسوس سے سر ہلایا۔ "کتنے سڑیل ہیں۔"

"سڑیل تمہارے لیے ہو گا' مجھے تو بہت اچھا لگتا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے سر اس کے کندھے سے لگا لیا۔

"اچھا تو یہ بات ہے۔" یسریٰ نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"شایان نے تمہارے اور میرے لیے ایک جیسے سوئیٹر بھیجے ہیں۔"

"شکر ہے' ورنہ اگر تمہیں میرا پسند آ جاتا تو مصیبت ہو جاتی۔" یسریٰ مسکراتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔

"تو کیوں نہ ہو' جو چیز میری نہیں وہ تمہاری کیسے ہو سکتی ہے۔"

"اچھا اماں! میں جا رہی ہوں۔" وہ کچن کی طرف منہ کر کے اونچی آواز میں بولی۔

"تم رکو گی؟" گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے فصیحہ سے پوچھا۔

"ظاہر ہے۔ میرے رکنے کی وجہ موجود ہے۔"

"بہت بہت مبارک ہو' تمہیں تمہاری وجہ۔" وہ ہنستے ہوئے گیٹ سے باہر نکل آئی۔

اپنے گھر تک کا فاصلہ یسریٰ نے خوشگوار سپنے بنتے ہوئے طے کیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"میرے لیے بھی دعا کرنا۔" اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہی تھے جب پیچھے سے سارا کی آواز آئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"جائے نماز تہہ کرتے ہوئے اس نے بیڈ پر نیم دراز سارا کو دیکھا جو بہت دھیان سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کے لیے کیا دعا کرنی تھی؟" وہ جائے نماز صوفے پر رکھ کر اس کے قریب آ گئی۔

"مجھے بہت ساری دعاؤں کی ضرورت ہے۔"

"میں نے آپ کے لیے بہت سی دعائیں کی ہیں' لیکن آپ کو خود بھی کرنی چاہئیں۔" یسریٰ نے سر پر لپیٹا ہوا دوپٹہ اتارتے ہوئے اسے دیکھا۔

"وہ تو میں کرتی ہوں' لیکن تمہاری دعاؤں میں زیادہ اثر ہو گا۔ کیونکہ تم پانچ وقت کی نمازی جو ہو۔" وہ مسکرا دی۔

"یہ ضروری تو نہیں۔" پھر وہ اس کے ساتھ آ کر لیٹ گئی۔

"زارا باجی کی بیٹی پیاری ہے نا؟"

"ہاں' بالکل میرے جیسی ہے۔" سارا کے شرارتی انداز پر وہ مسکرا دی۔

"آپ کو لگتا ہے کہ سمیع بھائی' تایا جی اور مسعود بھائی سے مختلف ہیں؟" اس نے سوال کرنے کے بعد غور سے سارا کا چہرہ دیکھا۔

"جہاں تک زارا بتاتی ہے اور کچھ سمیع پہلے سے تھوڑا مختلف تھا' سو لگتا ہے کہ وہ ان سے مختلف ہے۔"

"لیکن آپ نے کہا تھا کہ بیٹا باپ کا پرتو ہوتا ہے۔"

"مجھے لگتا تھا' اللہ کرے سمیع ہمیشہ اچھا رہے۔ لیکن جو چیز غلط نظر آ رہی ہو۔ اس کا رسک نہیں لینا چاہیے۔ کیونکہ چانس کبھی کبھی ملتا ہے اور شادی ساری زندگی کا سوال ہوتا ہے۔ شادی ایسے آدمی سے کرنی چاہیے جو آپ سے محبت کرتا ہو یا کم از کم اس کی نظروں میں آپ کی عزت ہو۔ کیونکہ ان ہی جذبوں کی بنا پر وہ آپ کی عزت دوسروں سے بھی کرواتا ہے۔" یسریٰ بہت دھیان سے اس کی بات سن رہی تھی۔

"تم کبھی اللہ تعالیٰ سے ناراض ہوئی ہو؟" سارا کے سنجیدہ لہجے میں کیے گئے سوال پر اس نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"اللہ تعالیٰ سے ناراض ہوا جا سکتا ہے؟" اس نے الٹا اسی سے سوال کیا۔

"ہاں' میں کبھی کبھی ہو جاتی ہوں۔ سب کے ساتھ ساتھ اپنے آپ سے بھی۔" سارا کے کھوئے کھوئے انداز پر وہ غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ اس کی حیرت دیکھ کر سارا مسکرا دی۔

"کئی بار ایسا ہوا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی مدد کی بہت ضرورت تھی' لیکن انہوں نے میری مدد نہیں کی۔ تب مجھے بہت تکلیف ہوئی تھی۔ لیکن پھر میں خود ہی مان جاتی ہوں۔"

"میرے ساتھ پتا نہیں ایسا ہوا ہے یا نہیں۔" یسریٰ کے چہرے پر تذبذب کی کیفیت تھی۔

"اگر اللہ نے مجھے ناامید کیا تو میں ناراض ہوں گی' یا

UrduPhoto.com

نہیں ؟" وہ خود سے سوال کرنے لگی۔ سارا نے اس کا چہرہ دیکھا جو پُرسوچ انداز میں چھت کو تک رہی تھی۔

"اچھا یہ بتاؤ' پاپا پر کبھی غصہ آتا ہے؟"

"کبھی کبھی۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"لیکن اب صرف دکھ ہوتا ہے۔" اس کے افسردہ انداز پر سارا دھیرے سے مسکرائی۔

"میں سوچتی تھی یسریٰ ابھی بھی چھوٹی سی گڑیا ہے' لیکن یہ تو عقل مند ہو گئی ہے۔ یاد ہے پہلے تم کیسے روتی تھیں۔ آنکھیں بالکل سرخ' ہونٹ لرزنے لگتے تھے۔"

سارا کے مذاق اڑانے پر وہ جھینپ کر مسکرا دی۔

"میں آپ کی طرح بہادر بننے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"بالکل نہیں' میری طرح بالکل مت بننا۔" سارا نے فوراً ٹوکا۔ اگر بننا ہے تو زارا کی طرح بنو' وہ اچھی ہے۔"

سارا کے سنجیدہ انداز پر وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"بلکہ رہنے دو تم جیسی ہو ویسی رہو' کیونکہ تم ہم دونوں سے زیادہ اچھی ہو۔"

اچانک سارا کھلکھلا کر ہنس پڑی تو کچھ نا سمجھتے ہوئے بھی وہ مسکرا دی۔

☼ ☼ ☼

"پسند کی شادی کرنا جرم ہے؟" سارا ایک بار پھر سرخ آنکھیں اور سرخ چہرہ لیے ان کے سامنے تھی۔

"ہاں جرم ہے۔" ثمینہ نے غصے سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تمہارے پاپا نے تمہیں صرف جاب کرنے کی اجازت دی تھی۔ یہ اختیار نہیں دیا تھا کہ تم اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ خود کرنے لگو۔ ابھی ہم زندہ ہیں' تمہاری شادی کے بارے میں سوچنے کے لیے۔ تمہیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

یسریٰ نے زندگی میں پہلی بار ماں کو اتنے غصے میں دیکھا تھا۔

"میں نے کہاں کوئی اختیار استعمال کیا ہے۔ اب تک تو وہی ہوا جو پاپا نے چاہا' لیکن اب کی بار میں آپ لوگوں کی بات نہیں مان سکتی۔ میں بالغ ہوں اپنی مرضی کر سکتی ہوں۔" وہ اپنی بات پر قائم تھی۔

"دیکھو سارا! زندگی کے اتنے بڑے فیصلے جذباتی ہو کر نہیں کیے جاتے۔ ہم تمہارے ماں باپ ہیں۔ ایک دنیا دیکھ رکھی ہے۔ تمہارے لیے جو بھی کریں گے اس میں تمہاری بھلائی ہوگی۔ زارا کو دیکھو۔ اس نے ماں باپ کی مرضی پر سر جھکا دیا تھا۔ آج وہ کتنی خوش ہے۔" انھوں نے رسان سے سمجھایا۔

"ہا.... کتنی خوش ہے' مجھے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی۔ آپ صرف مجھے یہ بتائیں آپ پاپا سے عاصم کے بارے میں بات کریں گی یا نہیں ؟" سارا کے دو ٹوک انداز پر یسریٰ نے ماں کا چہرہ دیکھا۔

"میں کیسے بات کروں سارا! وہ کبھی نہیں سمجھیں گے۔ کیا کہوں ان سے کہ عاصم تمہارے ساتھ آفس میں جاب کرتا ہے۔ ماں باپ' بہن بھائی کوئی نہیں۔ چچا نے اس کو پالا ہے۔ تمہارے پاپا اس کے لیے کبھی نہیں مانیں گے۔ جس کا آگے پیچھے کوئی نہیں اور اب تو وہ اپنے دوست کے بیٹے سے تمہاری بات بھی طے کر چکے ہیں۔" ان کے چہرے پر بہت بے بسی تھی۔

"آپ مجبور ہو سکتی ہیں میں نہیں۔ میں پاپا سے خود بات کروں گی۔"

وہ غصے سے کرسی دھکیل کر باہر نکل گئی۔ لیکن اس کے بات کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوا تھا بلکہ جو طوفان دبا ہوا تھا وہ ابھر کر سامنے آ گیا۔ نواز صاحب نے سارا کی اس جرأت کا ذمہ دار ثمینہ کی تربیت کو قرار دیا اور جو بات دو ہفتوں بعد منگنی کی صورت میں ہونا تھی۔ وہ تین دن بعد نکاح کی صورت میں طے پائی۔ سارا کی مسلسل خاموشی پر ان سب نے یہی سمجھا تھا کہ زارا کی طرح اس نے بھی حالات سے سمجھوتا کر لیا ہے۔

☼ ☼ ☼

"اب تم آئی ہو تو سمجھاؤ سارا کو۔ اس طرح ضد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ تمہارے پاپا نے پہلے کسی کی سنی ہے جو آج سنیں گے۔"

زارا کے اثبات میں سر ہلانے پر یسریٰ نے سمیعہ (زارا کی بیٹی) کو اس کی گود سے لے لیا۔

"پرسوں اس کا نکاح ہے اور یہ آج بھی آفس چلی گئی ہے؟"

"میری سنتی ہی کہاں ہے ؟" ثمینہ نے گہری سانس لیتے ہوئے دروازے کو دیکھا' تب ہی سارا اندر داخل ہوئی

تھی۔

"میں نے عاصم سے نکاح کر لیا ہے۔" اس نے اطمینان سے خبر سنائی لیکن ان تینوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

"کیوں کیا تم نے ایسا سارا؟" سب سے پہلے زارا ہوش میں آئی تھی۔

"میں نے یہ سب اپنی خوشی سے نہیں کیا۔ پاپا نے مجھے یہ سب کرنے پر مجبور کیا ہے۔ میں بھی چاہتی تھی کہ میں ماں باپ کی دعاؤں کے ساتھ رخصت ہوتی لیکن پاپا! یہ میری پوری زندگی کا سوال تھا۔" وہ بہت دھیمے لہجے میں بات کر رہی تھی۔

"تم نے ایک بار بھی پاپا یا امی کے بارے میں نہیں سوچا؟" زارا نے ثمینہ کا پتھرایا ہوا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

"میں نے سوچا تھا۔" وہ سر جھکا کر بولی۔

"پھر بھی سارا....!" ثمینہ نے حیرت اور دکھ سے اس کی شکل دیکھی۔

"کیا سوچا تھا۔ کیا یہ سوچا تھا کہ تمہارے ماں باپ لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ کیا کہیں گے ہم لوگوں کو۔" ان کی حیرت کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی۔

"امی! میں نے نکاح کیا ہے' کوئی گناہ نہیں کیا۔"

"حد ہے بے شرمی کی۔ سارا تم کبھی خوش نہیں رہو گی۔"

"امی!" سارا تڑپ کر ان کی طرف بڑھی۔ "آپ کو اللہ کا واسطہ ہے مجھے بددعا نہ دیں۔" وہ ان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ جب کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

"میں جانتی ہوں' میں نے آپ کو دکھ پہنچایا ہے۔ لیکن امی میں ساری زندگی آپ کی طرح سمجھوتہ کرتے ہوئے ساتھ نہیں گزار سکتی۔ انکل جبار اور ان کے بیٹے کو میں بچپن سے دیکھتی آ رہی ہوں۔ میں وہاں خوش نہیں رہ سکتی۔ میں نے اپنا سارا بچپن صبر و برداشت کرتے گزارا ہے' لیکن ساری زندگی برداشت کرنا مشکل ہے۔ عاصم کو میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں' وہ مجھے پسند کرتا ہے۔ سب سے بڑھ کر میری عزت کرتا ہے۔ میں اس کے ساتھ خوش رہوں گی۔" وہ بات ختم کر کے ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"تم تو میری ڈھال تھیں سارا!"

"آج بڑا افسوس ہوا تمہارے خیالات جان کر' میں تو تمہیں بہت بہادر سمجھتی تھی۔ لیکن تم تو بہت کمزور نکلیں۔ تم نے کہا تم نے سارا بچپن برداشت کرتے گزارا' غلط کہا تم نے' یسریٰ کو دیکھو۔ محرومی اس کے حصے میں آئی ہے۔ تم ہمیشہ کہا کرتی تھیں تمہارے پاپا کی حق تلفی' میری کمزوری' یسریٰ کو غلط راستے پر نہ لے جائے۔ وہ خوشیاں حاصل کرنے کے لیے کوئی چور دروازہ نہ ڈھونڈ لے۔ اور میرے اندر بھی یہ ڈر بیٹھ گیا تھا' لیکن اس نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ ایسا کچھ کرے گی بھی نہیں' لیکن تم...." وہ دکھ سے مسکرائیں۔

"میں تو بس یہی کہوں گی۔ خوش رہو۔"

"امی! مجھے معاف کر دیں۔" وہ ان کا ہاتھ تھام کر رونے لگی۔

"بس جو تم نے کرنا تھا کر لیا' اب یہاں سے چلی جاؤ۔"

سارا نے حیرت سے ان کا چہرہ دیکھا جب کہ کب سے خاموش بیٹھی یسریٰ اور زارا بھی چونک پڑیں۔

"میں نے کہا نا سارا! چلی جاؤ' ورنہ میں خود کو کچھ کر لوں گی۔" ثمینہ کے حتمی انداز پر وہ حیران سی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے یونہی کھڑا دیکھ کر انہوں نے زارا کی طرف دیکھا۔

"اس سے کہو چلی جائے ورنہ اس کا باپ اسے نہیں تو مجھے مار دے گا۔"

"میں کہاں جاؤں؟"

"جس کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ اس کے پاس جاؤ۔" ان کا لہجہ ہر رعایت سے عاری تھا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ اپنے کمرے کی طرف مڑ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ سوٹ کیس ہاتھ میں تھامے ان کے سامنے تھی۔ تب ہی دروازہ کھول کر نواز صاحب اندر داخل ہوئے تھے۔

"کیا بات ہے؟" انہوں نے حیرت سے سوٹ کیس تھامے سارا کو دیکھا۔ یسریٰ کانپ کر رہ گئی۔

"میں نے شادی کر لی ہے پاپا!" سارا کا لہجہ مضبوط تھا۔ کتنی دیر تک وہ سارا کو ایسے دیکھتے رہے جیسے انہیں سننے میں غلطی ہوئی ہو۔ "میں ایسا کرنا نہیں چاہتی تھی' لیکن آپ نے مجھے مجبور کر دیا۔ اب امی مجھے کہہ رہی ہیں یہاں سے نکل جاؤ۔"

وہ بولتی جا رہی تھی اور یسریٰ کسی طوفان کی آمد کا انتظار کر رہی تھی۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔

"اس لڑکے کو بلاؤ۔" نواز صاحب کی بات پر سارا خاموش ہو گئی۔ "ہماری عزت جتنی داغدار کرنی تھی کر چکی ہو' اب جو تھوڑی بہت رہ گئی ہے۔ اسے رہنے دو۔" وہ

UrduPhoto.com

سب حیرت سے نواز صاحب کا چہرہ دیکھنے لگے۔

"زارا! اپنے ماموں' تایا کو فون کرو۔ انہیں بتاؤ' کہو سارا مرگئی۔ شام کو اس کے جنازہ پر آجائیں۔"

ان سمیت سارا کو بھی شاید ان سے یہ توقع نہیں تھی۔ لیکن اپنی عزت کے لیے پہلی بار انہوں نے جوش کے بجائے ہوش سے کام لیا تھا۔

اور جس وقت عاصم آیا' اعجاز ماموں اور ریحان کے علاوہ کوئی اس کے استقبال کے لیے نہیں آیا۔ سارا نے جاتے ہوئے سب سے معافی مانگی تھی۔ لیکن نواز صاحب نے اس کی شکل دیکھنے سے بھی انکار کردیا تھا۔

☆ ☆ ☆

بڑی مشکل سے اس کی آنکھ لگی تھی۔ لیکن رونے کی آواز پر وہ ہڑبڑا کر اٹھی اور گھبرا کر باہر کی طرف بھاگی' جہاں دادو' نواز صاحب کو گلے لگائے اونچی آواز میں رو رہی تھیں۔ اپنے روتے ہوئے باپ کو دیکھ کر پہلی بار اسے ان پر ترس آیا تھا۔

"پتا نہیں کس گناہ کی سزا دی ہے اس لڑکی نے۔"

"میرے بس میں ہو تو میں اسے گولی مار دیتا۔" تایا جی کے الفاظ پر وہ سہم گئی۔

"اللہ نے ایک بیٹا دیا تھا' وہ بھی اس منحوس کی وجہ سے مرگیا۔ اچھا ہوتا یہ مرجاتی۔ پتا نہیں اب یہ کون سا کارنامہ انجام دے گی۔" اس کی بدقسمتی کہ دادو کی نظر اس پر پڑ چکی تھی۔ وہ سرخ چہرہ لیے واپس مڑ گئی۔ ان کے گھر میں چھائی خاموشی سے ایسا لگتا تھا جیسے ان کے گھر کوئی موت واقع ہوگئی ہو۔ حالانکہ اس واقعہ کو دو ہفتے بیت چکے تھے' لیکن پھر بھی سب ایک دوسرے سے نظریں چرائے پھرتے تھے۔

دادو جب بیٹھے بیٹھے اچانک سارا کو بددعائیں دینے لگتیں تو اس کا دل چاہتا۔ ان کو روک دے۔ کہ اس وقت اسے دعاؤں کی ضرورت تھی' لیکن وہ ایسا کہہ نہیں سکتی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ آنے والا وقت اس کے لیے کتنا بھاری ہے۔ جس کے لیے وہ دعا گو ہے اس کی وجہ سے کس عذاب میں مبتلا ہونے والی ہے۔

☆ ☆ ☆

"ابھی ایک پریشانی ختم نہیں ہوئی' آپ نئی بات کر رہی ہیں۔"

وہ چھت پر کپڑے ڈالنے گئی تھی کہ نواز صاحب کی جھنجلائی ہوئی آواز سن کر وہیں رک گئی۔

"تمہاری وجہ سے کہہ رہی ہوں' بے شک تم نے لوگوں کو یہی کہا ہے تم نے سارا کا نکاح سادگی سے کردیا ہے' لیکن پھر بھی لوگ پیٹھ پیچھے باتیں کرتے ہیں کہ اتنی کیا جلدی تھی جو ایک ہی رات میں تم نے سارا کو رخصت کردیا جب کہ دو دن بعد اس کا نکاح تھا جبار کے لڑکے سے۔ بے شک لوگ چپ ہیں لیکن یسریٰ کے لیے مصیبت ہوجائے گی۔ یہ تمہارا بھائی ہے' تمہارا ہمدرد جو پھر پوچھ رہا ہے۔ سعود جیسا لڑکا یسریٰ کو کہاں ملے گا؟"

"لیکن امی! سعود اور یسریٰ۔" نواز صاحب کی آواز میں پریشانی در آئی۔

"نواز! تم سعود کی شادی کو لے کر پریشان ہو تو اسے بھول جاؤ' دو سال ہی تو شادی رہی ہے۔"

دادو کے جواب پر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا' جب کہ کپڑوں والی ٹوکری اس کے ہاتھ میں کانپنے لگی تو وہ اسے وہیں رکھ کر نیچے اتر آئی۔ ثمینہ کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر اس نے بے اختیار رونا شروع کردیا۔

انہوں نے اسے چپ کرانے یا دلاسہ دینے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ تب ہی زارا تیزی سے اندر داخل ہوئی۔ اس نے ایک نظر یسریٰ کو دیکھ کر پریشان حال ثمینہ کو دیکھا۔

"امی! یہ وقت چپ بیٹھنے کا نہیں' آپ کی اسی چپ کی وجہ سے سارا انتہائی قدم اٹھا چکی ہے۔ اور اب آپ کی چپ کی وجہ سے یسریٰ کی زندگی برباد ہوسکتی ہے۔ ثمینہ کی آنکھوں سے آنسو نکل کر ان کی گود میں گرنے لگے۔

"سعود بھائی کسی طور بھی یسریٰ کے قابل نہیں ہیں' دادو نے سعود بھائی کی خوشی کے لیے اتنی بڑی بات کردی۔ خدانخواستہ یسریٰ میں کوئی نقص ہے جو اسے طلاق یافتہ اور اتنی بڑی عمر کے آدمی سے شادی کرنے کے لیے مجبور کیا جائے' جن لوگوں کا دادو ڈراوا ۔۔۔ دے رہی ہیں۔ شاید انہیں یاد بھی نہ ہو کہ سارا کا نکاح سادگی سے اور اتنی جلدی کیوں ہوا۔ لوگوں کو اصل بات کا کیا پتہ؟ جب ہم نے بتایا بھی نہیں۔" زارا تیزی سے بول رہی تھی۔

"امی! سارا کے کیے کی سزا یسریٰ کو نہیں ملنی چاہیے۔"

زارا نے ان کا کندھا ہلایا تو وہ سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

"میں کیا کرسکتی ہوں؟ سارا کی حرکت نے تمہارے پاپا کے اندر ایک خوف پیدا کردیا ہے۔ ان حالات میں وہ وہی کریں گے جو رستہ تمہاری دادو انہیں دکھا رہی ہیں۔" ان کے جواب پر وہ بے دم سی ہو کر کارپٹ پر بیٹھ گئی۔ اس نے تاسف سے روتی ہوئی یسریٰ کو دیکھا۔

"امی!" اچانک وہ سیدھی ہوئی۔ "آپ ماموں سے بات کریں۔ انہوں نے آپ سے یسریٰ کے لیے بات کی تھی نا۔" یسریٰ نے جھٹکے سے سر اٹھا کر ماں کا چہرہ دیکھا جن کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

"پاپا ان کو منع نہیں کریں گے اور ماموں کو ساری بات بتائیے گا' ان سے کہیں کہ پاپا سے نکاح کی بات کریں' اگر منگنی ہوئی تو تایا جی یا دادو پھر کوئی مسئلہ کھڑا کرسکتے ہیں۔"

ثمینہ تائیدی انداز میں سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گئیں' جب کہ زارا گہرا سانس لے کر یسریٰ کے پاس آگئی۔

☆ ☆ ☆

"اعجاز بھائی! سارے حالات آپ کے سامنے ہیں۔ اب اگر ایسی صورت میں سعود کا رشتہ آگیا ہے تو وہ نعمت ہی ہے۔" نواز صاحب اپنی ماں کے الفاظ دہرا رہے تھے۔

"نواز! جو ہوا اس میں یسریٰ کا کیا قصور ہے؟ ابھی انوار بھائی نے رشتہ دیا ہے' تم نے ہاں تو نہیں کی۔ میں بھی رشتہ لے کر آیا ہوں۔ تم اس کے بارے میں بھی سوچ سکتے ہو۔"

نواز صاحب کے چہرے پر کشمکش کے آثار پیدا ہوگئے۔

"نواز! بچوں کی خوشی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔" انہیں کشمکش میں مبتلا دیکھ کر اعجاز صاحب نے انہیں سمجھانا چاہا۔

"واقعی' بچوں کی خوشی۔ ایک نے اپنی خوشی کے لیے نکاح کرلیا' اور اگر اب دوسری کی خوشی کی میں نے پروانہ کی تو شاید وہ گھر سے ہی بھاگ جائے۔" ان کے زہرخند لہجے پر اعجاز صاحب نے ثمینہ کی طرف دیکھا جن کی التجا بھری نظریں ان ہی پر تھیں۔

"چلو بھئی نواز! کل جمعہ ہے۔ جمعہ کے بعد نکاح رکھ لیتے ہیں۔"

"جیسی آپ کی اور بچوں کی مرضی۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولے۔ جب کہ زارا اور ثمینہ نے سکون کا سانس لیا تھا۔

☆ ☆ ☆

فرزانہ نے اپنے شوہر کو دیکھ کر دل ہی دل میں لفظوں کو ترتیب دینا شروع کیا۔

"آپ تو یسریٰ اور شایان کے بارے میں کہہ رہے تھے۔" اعجاز صاحب نے ٹی وی پر سے نظریں ہٹا کر اپنی بیوی کا چہرہ دیکھا۔

"ہاں' لیکن شایان یہاں نہیں ہے اور نکاح کل ہی کرنا ہے' ورنہ نواز پتا نہیں یسریٰ کے لیے کیا فیصلہ کردے۔"

"آپ نے شایان سے بات کی؟"

"فائدہ کیا ہے بات کرنے کا" انہوں نے دوبارہ نظریں ٹی وی پر جمادیں کچھ دیر بعد وہ دوبارہ بولے۔

"کیوں تمہیں یسریٰ پسند نہیں؟" ان کے تیکھے لہجے پر وہ گھبرا گئیں۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ دراصل میں نے خالدہ سے ریحان اور فصیحہ کی بات کی تھی۔" انہوں نے اپنی بھابھی کا نام لیا تو کچھ دیر کے لیے وہ چپ رہ گئے۔

"لیکن اب مجبوری ہے۔ میں نواز سے بات کر آیا ہوں۔"

"اور جو میں نے بات کی ہے؟"

"تم سے کس نے کہا تھا وقت سے پہلے بات کرنے کو۔" انہوں نے جھنجلا کر کہا۔

"ریحان نے کچھ کہا؟" تھوڑی دیر بعد انہوں نے پھر پوچھا۔

تو وہ خاموش رہیں اب وہ کہتیں کہ وہ ابھی ریحان کے کمرے سے آئی ہیں اور اس نے صاف انکار کردیا ہے۔

اسی وقت ریحان دروازہ کھول کر اندر آگیا۔

"آؤ بیٹا!" اعجاز صاحب نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے قریب بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تمہاری ماں نے تمہیں بتا دیا ہوگا کہ کل تمہارا اور یسریٰ کا نکاح ہے۔ میں جانتا ہوں مجھے پہلے تم سے پوچھنا چاہیے تھا۔ لیکن حالات ہی کچھ ایسے ہوگئے تھے' مجھے مجبوراً یہ قدم اٹھانا پڑا۔" ان کا لہجہ پُرشفقت تھا جب کہ ان کی نظریں بغور اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ "میں جانتا ہوں تمہیں برا لگا ہے' لیکن میری عزت کا سوال ہے' میرے خاطر ہی سہی۔"

ریحان نے قالین پر سے نظریں اٹھا کر ان کا چہرہ دیکھا۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

اس نے ماں کو بہت کچھ سنایا تھا۔ اور یہ بھی کہ اسے یسریٰ پسند نہیں' اب ان سے بھی وہ یہی کہنے آیا تھا' لیکن ان کے لہجے اور چہرے پر اتنا یقین تھا کہ وہ کچھ بول ہی نہیں سکا۔

"آئی ایم پراؤڈ آف یو۔" اعجاز صاحب نے اٹھ کر اسے گلے لگالیا۔ جب کہ فرزانہ آنکھیں میچ کر اپنے آنسوؤں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگیں۔

☼ ☼ ☼

زارا نے جب بتایا کہ پاپا مان گئے ہیں تو وہ کتنا خوش ہوئی تھی۔ لیکن جب اس نے ریحان کا نام لیا تو اسے لگا چھت اس کے سر پر گر گئی ہو۔ اتنی تکلیف تو اسے سعود کا نام سن کر نہیں ہوئی تھی۔ ریحان کے ساتھ شادی تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ وہ تو شایان کو سوچ رہی تھی۔

"تم بہت لکی ہو' تمہیں ماموں کا گھر اچھا لگتا تھا نا' اللہ نے تمہیں وہی گھر دے دیا۔" زارا بہت خوش لگ رہی تھی۔

"آپی! میں ریحان بھائی سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

"کیوں.....؟" زارا نے پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں تھے۔

"آپی! ریحان بھائی بچپن سے لے کر اب تک مجھے ڈانٹتے ہی رہے ہیں اور اب....."

اس نے روتے روتے بات ادھوری چھوڑی تو زارا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"پاگل ہو' وہ بچپن کی باتیں تھیں۔"

"آپی! آپ سمجھ کیوں نہیں رہیں۔" وہ جھنجلائی۔ "ریحان بھائی مجھے بالکل نہیں پسند' ان سے شادی کرنے سے بہتر ہے میں سعود بھائی سے شادی کرلوں۔"

"بکواس بند کرو یسریٰ! جس چیز کا تمہیں پتا نہیں اس کے بارے میں مت بولو۔ ریحان میں اور سعود بھائی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

زارا نے غصے سے اسے ڈانٹا تو وہ اور زور سے رونے لگی۔ کھٹکے پر زارا نے چونک کر آدھ کھلے دروازے کو دیکھا۔ ایک تخصیلی نظر روتی ہوئی یسریٰ پر ڈالتے ہوئے اس نے دروازہ کھولا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد ثمینہ شاپر لیے اندر داخل ہوئیں۔

"یہ ریحان دے کر گیا ہے۔"

"ریحان آیا تھا۔" زارا نے حیرت سے انہیں دیکھا تو وہ سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گئیں۔

وہ ساری رات اس نے جاگتے ہوئے گزار دی۔ اس نے فجر کے وقت رو رو کر ایک معجزے کی دعا کی تھی۔ اپنے لیے جب بھی اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے ایک ایسا ہم سفر مانگا جس کی نظر میں اس کی قدر ہو جو اس سے محبت کرتا ہو۔ جو نواز صاحب جیسا نہ ہو۔ اور جب اسے پتا چلا تھا کہ شایان اس کا بننے والا ہے تو اسے لگا تھا کہ اس کی ساری دعائیں قبول ہو گئیں۔ لیکن پھر..... وہ سجدے میں گری بار بار شایان کے آجانے کی دعائیں کرنے لگی۔ لیکن کچھ نہ ہو سکا۔ اور وہ یسریٰ نواز سے یسریٰ ریحان بن گئی۔ کوئی معجزہ نہیں ہوا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ناراض ہو گئی تھی اور خود سے بھی۔

☼ ☼ ☼

"یسریٰ! نماز کا وقت نکل رہا ہے۔ اٹھ جاؤ۔"

اسے ٹی وی کے آگے جما دیکھ کر ثمینہ نے ٹوکا تو اس نے ریموٹ سے چینل بدل دیا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔" انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر ناگواری سے بولیں۔

"میں کتنے دنوں سے دیکھ رہی ہوں' تم نماز نہیں پڑھ رہیں۔" وہ کوئی جواب دیے بغیر خاموشی سے ٹی وی دیکھتی رہی۔

"کیا بات ہے یسریٰ! کوئی پریشانی ہے؟" انہوں نے قریب آکر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"نہیں' کوئی پریشانی نہیں۔" وہ چاول چولہے پر رکھے ہیں۔ انہیں دیکھ آؤں۔" ان کے مزید سوال کرنے کا موڈ دیکھ کر وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔

انہوں نے غور سے اسے دیکھا۔

"تم نے حلیہ کیا بنا رکھا ہے؟ کب سے کنگھی نہیں کی؟" اس کے الجھے ہوئے بالوں کو انہوں نے حیرت سے دیکھا تو اس نے چوٹی کو جوڑے کی شکل میں لپیٹ لیا۔

پھر نواز صاحب کے آنے پر اس نے چائے کا پانی چولہے پر رکھ دیا۔ وہ جانتی تھی کہ اب وہ سیدھا تایا جی کی طرف جائیں گے۔ پچھلے چالیس دنوں سے ان کا یہی معمول تھا' جب سے دادو کا انتقال ہوا تھا وہ اور بھی گم صم رہنے لگے تھے۔

"یسریٰ! ہم جا رہے ہیں۔" ثمینہ کی آواز پر اس نے

چولہا بند کر دیا اور باہر آگئی۔ فون کی گھنٹی پر وہ ڈھیلے قدموں سے چلتی ہوئی فون اسٹینڈ کے پاس آئی۔ دوسری طرف سے آتی سارا کی آواز پر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"یسریٰ! میں سارا ہوں۔" اس کی خاموشی پر وہ زور سے بولی۔

"آپ کو کیسے بھول سکتی ہوں؟" اس کے روکھے لہجے پر اگلے چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"کیسی ہو.....؟"

"زندہ ہوں۔"

"یسریٰ!" کیا بات ہے گڑیا! ایسے کیوں بات کر رہی ہو؟" سارا کی آواز بھرائی تو اس کے دل کو کچھ ہوا۔

"ایم اے میں ایڈمیشن لیا؟"

"کیسے لے سکتی تھی ایڈمیشن۔ آپ نے اپنی خوشی تو حاصل کرلی۔ یہ نہیں سوچا کہ آپ کے بعد میرے لیے کتنی مشکل ہوگی۔ میرے لیے ہر راستہ بند کر دیا ہے آپ نے۔"

اس کی آواز بھرانے لگی تو اس نے فون بند کر دیا اور ریسیور اٹھا کر نیچے رکھ دیا۔ سارا سے وہ بہت پیار کرتی تھی لیکن آج جو وہ شایان کو نہیں پا سکی تھی اس کے نزدیک اس کی وجہ سارا تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ بہت بجھے دل کے ساتھ ماموں کے گھر آئی تھی۔ پچھلے ماہ عروج کی شادی تھی۔ اور دادو کے انتقال کی وجہ سے وہ جا نہیں سکی۔ جب کہ آج کل میں اسے اپنے شوہر کے ساتھ اسلام آباد چلے جانا تھا۔ وہ آخری بار اس سے ملنا چاہتی تھی۔ اس کے اندازے کے مطابق ریحان کو اس وقت گھر میں نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن اس کا پہلا سامنا ریحان سے ہی ہوا جو لان میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ اسے ایک نظر دیکھ کر وہ دوبارہ اخبار پڑھنے میں مشغول ہو گیا تھا۔ جب کہ وہ تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گئی۔ سامنے بیٹھی فصیحہ کو دیکھ کر اس کے ذہن میں ایک ساتھ کئی جھماکے ہوئے۔

"میں اور ریحان' تم اور شایان....." فصیحہ کی چہکتی آواز اس کے کانوں میں گونجی۔ اپنی مصیبت میں وہ فصیحہ کو تو بھول ہی گئی تھی۔

اسے دیکھتے ہی فصیحہ غصے سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔

وہ اس کے پیچھے جانا چاہتی تھی لیکن اعجاز صاحب کو آتا دیکھ کر وہیں رک گئی۔

"ارے' میری بیٹی آئی ہے۔" اسے دیکھ کر وہ بے ساختہ خوش ہوئے۔

"ماموں! مجھے میری فرینڈ کے گھر جانا ہے' آپ چھوڑ آئیں گے۔" وہ گھڑی دیکھتے ہوئے جلدی سے بولی جہاں ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔

"بیٹھو تو....."

"نہیں ماموں! جلدی ہے۔"

"اچھا چلو۔" وہ ان کے پیچھے باہر نکل آئی۔

"ریحان!" ان کی آواز پر اس نے اخبار پر سے نظریں ہٹا کر انہیں دیکھا۔

"یسریٰ کو اس کی دوست کی طرف چھوڑ آؤ۔" اور یسریٰ کا سانس سینے میں اٹک کر رہ گیا۔ "میری گاڑی خراب ہے' ورنہ میں چھوڑ آتا۔"

"کل تو ٹھیک تھی۔" وہ چلتا ہوا ان کے قریب آگیا۔

"میں جھوٹ بول رہا ہوں۔" ان کے تیز لہجے پر وہ خاموش ہو گیا۔ لیکن اس کے چہرے پر ناگواری تھی۔

"پاپا! میری بائیک میں کچھ پرابلم ہے۔" اس نے عذر پیش کیا۔

"اچھا پھر..... ٹیکسی میں چھوڑ آؤ۔" اعجاز صاحب اندر کی طرف مڑے تو وہ غصے سے بائیک کی طرف بڑھا۔ اس کے بائیک اسٹارٹ کرتے ہی وہ ڈرتے ڈرتے اس کے پیچھے بیٹھی۔ بائیک کی سواری سے اسے ویسے ہی خوف آتا تھا۔ اور ریحان کے ساتھ بیٹھنا اور بھی خوفناک تھا۔ اس کی تیز رفتاری پر وہ رو دینے کو تھی۔ دوپٹہ سر سے پھسل چکا تھا۔ اور اب کندھے سے بے قابو ہوا جا رہا تھا۔ اچانک اس کی گردن کو زوردار جھٹکا لگا اس کے منہ سے دلخراش چیخ نکلی۔ اس کے ہلنے پر بائیک لڑکھڑائی' اس کا توازن پہلے ہی ٹھیک نہیں تھا وہ منہ کے بل سڑک پر گری جبکہ ریحان بائیک سمیت سڑک پر گھسٹتا چلا گیا۔ اس کا دوپٹہ بائیک کے پچھلے وہیل میں پھنسا ہوا تھا۔ چوٹوں سے اٹھتی ٹیسوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے اردگرد دیکھا' کینٹ ایریا کی یہ سڑک اس وقت سنسان تھی۔ اس نے جلدی سے ریحان کی طرف دیکھا جو اب اٹھ چکا تھا۔ بازو کے پاس سے اس کی شرٹ پھٹ چکی تھی' جب کہ دائیں آنکھ کے نیچے سے خون نکل رہا تھا۔ وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی۔ لیکن تب تک وہ

UrduPhoto.com

اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ پاس آتے ہی اس نے تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔ تھپڑ اتنا زوردار تھا کہ اس کے حواس جھنجھنا کر رہ گئے۔ اس نے بائیں گال پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ دیکھا' اس کے زخم سے تیزی سے خون بہہ رہا تھا۔

"تم خود ایک مصیبت ہو' لیکن تمہارا وجود ہمیشہ میرے لیے مسئلہ بنتا ہے۔ سارا بچپن تمہیں برداشت کرتے گزر گیا' یہ کیا کم تھا جو ساری عمر کے لیے میرے گلے ڈال دی گئی ہو۔ اس دن تم زارا سے رو رو کر کہہ رہی تھیں میں تمہیں پسند نہیں' تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں۔ تو تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہیں بڑا پسند کرتا ہوں۔ تم سے شادی کرنے کے لیے مرا جا رہا ہوں۔" وہ غصے سے بولا تو یسریٰ نے چپ چاپ سر جھکا لیا۔

اس دن زارا کو لگا تھا کہ ریحان ان کی باتیں سن چکا ہے۔ اس کا شک صحیح تھا۔ آج شاید وہ اسی بات کا غصہ اتار رہا تھا۔ اس کے سر جھکانے پر اس نے تیزی سے چلتی سانسوں کو قابو میں کرنے کی کوشش کی۔ اس پر ایک نظر ڈال کر وہ تیزی سے بائیک کی طرف مڑا تھا۔ کچھ دیر بعد بائیک اس کے قریب آ رکی' ساتھ ہی ریحان نے اس کا دوپٹہ اس کی طرف اچھالا جو اس سے ٹکرانے کے بعد نیچے گر گیا تھا اس نے جھک کر دوپٹہ اٹھا لیا۔

"جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے تب سے تمہیں اپنی چیزوں پر قابض دیکھ رہا ہوں۔ چاہے وہ کوئی چیز ہو' اماں ہوں' یا پاپا' زندگی میں پہلی بار مجھے ڈانٹ تمہاری وجہ سے پڑی' صرف تمہاری وجہ سے پاپا نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔ بچپن سے لے کر اب تک تم چیزوں سمیت میرے رشتوں پر بھی قابض رہی ہو۔ تمہارے حوالے سے میرے ذہن میں نہ کوئی اچھی یاد ہے' اور نہ کبھی ہو سکتی ہے۔ یہ مت سمجھنا میں اس نکاح سے خوش ہوں' یہ بس ایک سمجھوتہ ہے جو میں نے پاپا کے کہنے پر کیا۔ زندگی میں پہلی بار انہوں نے مجھ سے کچھ مانگا تھا اور ہمیشہ کی طرح تمہاری وجہ سے میں انہیں ناامید نہیں کر سکتا تھا۔ چونکہ یہ رشتہ ایک سمجھوتہ ہے۔ اس لیے اس رشتے کے حوالے سے مجھ سے کوئی امید نہ رکھنا اور نہ ہی آئندہ میرے گلے پڑنے کی کوشش کرنا۔ ورنہ میں لحاظ نہیں کروں گا۔" اس نے انگلی اٹھا کر اسے متنبہ کیا۔

وہ بائیک کو دھکیلتے ہوئے آگے بڑھ گیا تو وہ بھی سر جھکائے اس کے پیچھے چلنے لگی۔ مین روڈ پر پہنچ کر اس نے ایک رکشہ روکا اور خود بائیک اسٹارٹ کر لی۔ یسریٰ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا جو رومال سے خون صاف کر رہا تھا وہ خاموشی سے رکشے میں بیٹھ گئی۔

گھر پہنچتے ہی وہ سیدھی اپنے کمرے میں آ گئی۔ بیڈ پر بیٹھ کر اس نے گہری سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔ اس کا بایاں گال بری طرح جل رہا تھا' لیکن اسے رونا نہیں آ رہا تھا' کیونکہ وہ جانتی تھی وہ ایسا ہی ہے۔ اس کا اضطراب بڑھنے لگا۔

کیا اسے محبت اور عزت کبھی نہیں ملے گی؟ اس نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

"وہ بالکل پاپا جیسا ہے' پاپا جیسا۔" وہ ہولے ہولے بڑبڑانے لگی۔

☆ ☆ ☆

شایان آج چار سال بعد واپس آیا تھا۔ کتنے ہی درد اس کے اندر کروٹیں لینے لگے۔ کسی بہت قیمتی چیز کے کھو جانے کا احساس ہوا تھا۔ وہ آج بھی ویسا ہی تھا۔ نرم خو' پیار کرنے والا' خیال رکھنے والا۔ بس وقت حالات اور رشتے بدل گئے تھے۔ وہ دل گرفتہ ہو کر باہر نکل آئی۔

"یسریٰ...!" اعجاز صاحب کی آواز پر وہ چونک کر پلٹی۔

"اکیلی کیوں کھڑی ہو؟"

"گھر جا رہی تھی۔" اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔

"اس دن اپنی دوست سے مل لی تھیں۔"

"جی...." وہ کچھ گھبرا گئی۔

"واپسی کیسے ہوئی تھی؟"

"وہ میری دوست چھوڑ گئی تھی۔" وہ جلدی سے بولی۔

"ریحان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا آنکھ کے پاس ٹانکے لگے ہیں۔ اس کا حال پوچھ لینا" ان کے شرارتی انداز پر وہ بڑی دقت سے مسکرائی۔

"میں اماں کو خدا حافظ کہہ آؤں۔" وہ جلدی سے مڑی۔ پیچھے کھڑے ریحان سے ایک پل کو اس کی نظر ملی تھی۔ اس کی نظریں پھیرنے پر وہ تیزی سے فرزانہ کے کمرے کی طرف بڑھی۔

"کیا بات ہے اماں! آپ یہاں کیوں لیٹی ہیں؟۔ میں جب سے آیا ہوں دیکھ رہا ہوں کہ آپ چپ چپ رہتی ہیں۔" اندر آتے شایان کی آواز پر اس نے اندر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن اپنا نام سنتے ہی وہ رک گئی۔

"تمہیں یسریٰ کے نکاح کا سن کر دکھ نہیں ہوا؟"

"کیوں....؟" شایان کی حیرت بھری آواز آئی تھی۔

"مجھے لگا تھا تم یسریٰ کو پسند کرتے ہو۔"

"میں' یسریٰ کو؟۔" پہلے وہ حیران ہوا' پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"پھر تم کیوں اس کا اتنا خیال رکھتے تھے؟" اس کے قہقہے پر فرزانہ نے جز بز ہو کر پوچھا۔

"خیال رکھنے کا مطلب یہ ہے میں اسے پسند کرتا ہوں؟ ویری فنی۔" وہ اب بھی ہنس رہا تھا۔

"وہ شروع سے ہمارے ساتھ تھی۔ انسیت تھی مجھے اس سے اور انکل نواز کا جو رویہ تھا اس کے ساتھ' مجھے بس اس سے ہمدردی محسوس ہوتی تھی۔ اس لیے میں اس کا خیال رکھتا تھا اور آپ بھی نا۔"

وہ پھر ہنسا تو فرزانہ نے گہرا سانس لیا۔

"اور اب تو میرا اس سے رشتہ بھی بدل گیا ہے' بھابھی لگتی ہے وہ میری۔"

"لگتی تو ہے پر ریحان خوش نہیں' تمہارے پاپا کے کہنے پر مجبور ہوا تھا ورنہ تم تو جانتے ہو شروع سے کب اس کی یسریٰ کے ساتھ بنی ہے۔"

"یہ تو پاپا نے دونوں کے ساتھ ناانصافی کی ہے۔"

"مجھے ریحان کی فکر ہے' غصے والا شروع ہی سے ہے مگر اب تو اور بھی غصہ کرنے لگا ہے۔ اکیلا کڑھتا رہتا ہے' منہ سے کچھ بولتا ہی نہیں۔ پتا نہیں کیا سوچتا رہتا ہے۔ پرسوں ایکسیڈنٹ کروا آیا تھا۔"

وہ اور بھی کچھ کہہ رہی تھیں' لیکن وہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ سامنے کا منظر بار بار دھندلا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"کان کھول کر میری بات سن لو' اگر سارا نے میرے گھر میں قدم رکھا تو میں اس کی جان لے لوں گا۔" جب سے سارا نے ان سے فون پر بات کی تھی' تب سے وہ چلا رہے تھے۔

"اور تم میرے سامنے نہ آیا کرو۔" یسریٰ کو دیکھتے ہی وہ زور سے بولے تو وہ چائے کا کپ ٹیبل پر رکھ کر باہر نکل گئی۔

پہلے سارا کا اپنی مرضی سے نکاح کرنا پھر دادو کا انتقال۔ ہاسپٹل سے ریٹائرمنٹ اور اس سے بڑا مسئلہ تایا جی کی بیٹی صائمہ کا گھر سے بھاگ جانا۔ وہ حد سے زیادہ چڑچڑے ہو گئے تھے۔

کچھ دن پہلے شایان کی بات طے پا گئی تھی۔ لڑکا لڑکی دیکھنا تو بس ایک رسمی تھا کیونکہ لڑکا لڑکی نے ایک دوسرے کو خود پسند کیا تھا۔ شایان کی قسمت اچھی تھی کہ پاکستان آتے ہی اسے نوکری کے ساتھ لڑکی بھی مل گئی تھی۔ جس دن بات طے ہوئی وہ نہیں گئی تھی' کیونکہ فرزانہ کی بے رخی سہنا اس کے لیے بہت مشکل تھا۔ لیکن آخر کب تک وہ اپنا جانا ٹال سکتی تھی۔ شایان کے نکاح پر اس کی شمولیت ضروری تھی۔ کیونکہ ریحان کے حوالے سے اس کا رشتہ ہی ایسا بنتا تھا۔

☆ ☆ ☆

ہال میں داخل ہوتے ہی اتنے سارے لوگ دیکھ کر وہ کنفیوز ہونے لگی۔ ثمینہ کو آگے بڑھتا دیکھ کر وہ خاموشی سے ان کے پیچھے چلنے لگی۔ فصیحہ پر نظر پڑتے ہی وہ وہیں رک گئی۔ یہ اچھا موقع تھا۔ وہ اس سے بات کر سکتی تھی۔ وہ اس کی ٹیبل کی طرف بڑھی اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر پہلے فصیحہ چونکی پھر کھڑی ہو گئی۔

"پلیز فصیحہ! میری بات سن لو۔" یسریٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر ملتجی انداز میں کہا۔ تو وہ کچھ دیر اس کی طرف دیکھتی رہی پھر بیٹھ گئی۔

"تم مجھ سے ناراض ہو؟" فصیحہ نے رکھائی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

"فصیحہ! اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔" وہ رو دینے کو تھی۔

"تمہارا قصور نہیں؟۔" فصیحہ اب پوری طرح اس کی طرف گھوم گئی۔ تم جانتی تھیں نا کہ میں ریحان کو پسند کرتی ہوں۔ پھر بھی تم نے ہاں کی۔ نکاح نامے پر سائن تم نے ہی کیے تھے نا!" اس کے جارحانہ انداز پر یسریٰ نے سر جھکا لیا۔ اس کے آنسو اس کی گود میں گرنے لگے۔

"تمہیں تو اب خوش ہونا چاہیے۔ یہ آنسو بہانے کا ڈرامہ کیوں کر رہی ہو۔"

"تم غلط سوچ رہی ہو۔ یہ ہماری مرضی تھی اور نہ خوشی' صرف سمجھوتہ ہے۔" یسریٰ نے سر اٹھا کر فصیحہ کا چہرہ دیکھا جو جانچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اچھا اب رونا بند کرو۔ کافی لوگ بیٹھے ہیں۔" اب

UrduPhoto.com

فصیحہ کی آواز پہلے کی نسبت کچھ نرم تھی۔ اس نے چور نظروں سے اردگرد دیکھ کر آنکھیں صاف کیں۔

"تم بیٹھو، میں آتی ہوں۔" فصیحہ کے کہنے پر وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

"میں تمہیں جب بھی دیکھتا ہوں، تم اکیلی ہی نظر آتی ہو۔" اعجاز صاحب کی آواز پر وہ بڑی دقت سے مسکرائی تھی۔ انہوں نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تم روئی ہو؟۔"

"نہیں تو....." اس نے گڑبڑا کر آنکھیں مسلیں۔

"تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں، آؤ میرے ساتھ۔" وہ اسے بازو کے حلقے میں لیے آگے بڑھنے لگے۔

"بھائی صاحب! آپ نے کچھ لیا؟۔" ایک خوش پوش خاتون اعجاز صاحب سے مخاطب ہوئیں۔

"جی شکریہ لے رہا ہوں۔ یہ آصفہ کی ماما ہیں۔" انہوں نے شایان کی بیوی کا نام لیا اور بھابھی جی! یہ میری بیٹی یسریٰ اور ریحان کی بیوی۔" انہوں نے حیرت سے سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا۔

"اچھا، فرزانہ بھابھی اور ریحان نے کوئی ذکر نہیں کیا۔"

"جی ابھی صرف نکاح ہوا ہے، شاید اس لیے۔" وہ سر ہلاتی ہوئی آگے بڑھ گئیں۔ جب کہ اعجاز صاحب کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"فرزانہ نے ان لوگوں کو کیوں نہیں بتایا۔" ان کے انداز میں دبا دبا غصہ تھا۔

"یاد نہیں رہا ہو گا ماموں۔"

"یہ بھولنے والی بات تو نہیں ہے۔" ان کے سنجیدہ انداز پر وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

اعجاز صاحب کسی جاننے والے کی طرف مڑے تو اس نے نظریں اسٹیج پر جمادیں، دولہا دولہن کے چہرے بتا رہے تھے کہ وہ کتنے خوش ہیں۔ ہال میں بجتا میوزک، دلہن کی سج دھج، فرزانہ کا بار بار اسے پیار کرنا آخر وہ ان کے بیٹے کی پسند تھی۔ ان کی پسندیدہ بہو۔ جب کہ اس کے نکاح میں نہ دولہا رضامند تھا اور نہ وہ سج دھج کے نام پر صرف نئے کپڑے تھے۔ صرف ایک بوجھ تھا جو اتار آگیا تھا۔

"بیٹا..... معاف کرنا میں آپ کا نام بھول گئی۔" اس نے چونک کر آصفہ کی ماما کو دیکھا۔

"یسریٰ!"

"آؤ بیٹا!" وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسٹیج کی طرف بڑھنے لگیں۔ اس کے منع کرنے کے باوجود انہوں نے اسے اسٹیج پر لے جا کر دم لیا تھا۔

"آصفہ! ان سے ملو یہ یسریٰ ہے، یسریٰ ریحان۔" ان کا انداز شرارتی تھا۔ جب کہ اس کی نظریں اسٹیج کے سرخ قالین پر گڑی جا رہی تھیں۔

"ماما کون!" آصفہ کے پیچھے کھڑی اس کی بہن عائشہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ریحان کی بیوی ہے۔"

"کیا.....؟" ان کے بتاتے ہی اسٹیج پر کھڑے لڑکے لڑکیاں چیخ اٹھے تھے۔ جب کہ اس کے دل کی دھڑکن بے حد تیز ہو گئی تھی۔

"کتنے چالاک ہیں ریحان صاحب، یہ بھی شادی شدہ کی فہرست میں شامل ہیں۔ لیکن کتنے آرام سے بیچلرز میں کھڑے ہیں۔" آصفہ کا بھائی شرارت سے بولا۔ تو زبردست قہقہہ پڑا تھا۔

"آپ بولتی نہیں ہیں؟۔" ایک لڑکے نے سوال کیا تو اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اچھا..... آنکھوں سے بات کرتی ہیں۔" وہ شوخ ہوا تو اس کی نظریں بے اختیار ریحان کی طرف اٹھیں۔

"اچھا، ان کی اجازت سے بولتی ہیں۔" اس لڑکے نے "ان" پر زور دیا تو ایک بار پھر سب ہنس پڑے۔ وہ آصفہ کی ماما سے ایکسکیوز کر کے اسٹیج سے نیچے اتر آئی۔ گھر آکر وہ بار بار اپنا موازنہ آصفہ سے کرتی رہی۔

کسی کی چاہت ہونا اور ان چاہے ہونے کا فرق اسے بری طرح محسوس ہونے لگا۔ اس سے پہلے تو یہ احساس اسے کبھی نہیں ہوا تو پھر اب کیوں؟ وہ بے چینی سے بستر پر کروٹیں بدلنے لگی۔ مغرب کی اذان پر اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں، لیکن وہ بستر سے اٹھی نہیں۔

مگر عشاء کی اذان ہوتے ہی وہ بے اختیار اٹھی۔ وضو کر کے جب وہ نماز کے لیے کھڑی ہوئی تو ساتھ ہی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور جب اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کی ہچکیاں بندھ چکی تھیں۔

آج جب دل کو پھر تکلیف پہنچی تھی تو اسے بے اختیار اللہ یاد آیا تھا اور وہ اللہ کے ساتھ اپنی ناراضی برقرار نہیں رکھ سکی تھی۔

☆ ☆ ☆

"امی! پاپا نے کھانا نہیں کھایا؟" اس نے گھڑی دیکھ کر

ثمینہ سے پوچھا۔

"پتا نہیں کیا بات ہے۔ جب سے انوار بھائی کے گھر سے آئے ہیں چپ چپ ہیں۔"

"لیکن پاپا تو خوش تھے، صائمہ گھر آگئی ہے۔" اس نے حیرانی سے ثمینہ کو دیکھا۔

"یہی تو میں سوچ رہی ہوں کہیں پھر تو کوئی نیا مسئلہ نہیں کھڑا ہو گیا۔"

ثمینہ کی بات پر وہ خود بھی پریشان ہو گئی۔

"میں پوچھتی ہوں طبیعت تو ٹھیک ہے نا ان کی؟" ان کے اٹھتے ہی یسریٰ سر ہلاتے ہوئے کچن میں آگئی۔

"نواز! کھانا لاؤں آپ کے لیے؟۔" ثمینہ نے قریب جا کر ہلکی آواز میں انہیں پکارا۔

"کیا بات ہے؟۔" لیکن اگلے ہی پل وہ گھبرا کر ان کے سامنے بیٹھ گئیں۔ نواز صاحب کے آنسو قالین پر گر رہے تھے۔

"نواز! مجھے بتائیں تو؟۔" انہوں نے بے اختیار اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا۔

"کیا کہوں ثمینہ! کچھ کہنے کو بچا ہی نہیں۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"یسریٰ!" ثمینہ کی تیز آواز پر وہ بھاگتی ہوئی اندر آئی تھی۔

"پاپا کے لیے پانی لے کر آؤ۔" اس نے نواز صاحب کی طرف دیکھا جو گہرے گہرے سانس لے رہے تھے۔ وہ تیزی سے مڑی تھی۔ جب وہ پانی لے کر آئی تو ثمینہ روتے ہوئے ان کی پشت سہلا رہی تھیں جب کہ نواز صاحب کو سانس لینے میں دقت ہو رہی تھی۔

"اپنے ماموں کو فون کرو۔" ثمینہ نے روتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تو وہ جلدی سے باہر نکلی۔ نمبر ڈائل کرتے ہوئے اس کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔ بیل جا رہی تھی، لیکن کوئی ریسیو نہیں کر رہا تھا۔

بڑی دیر بعد ریحان کی گمبھیر آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو ہیلو کہنے کے لیے کھلا ہوا اس کا منہ فوراً بند ہو گیا۔ اس نے فون بند کر کے ڈائری میں سے اعجاز صاحب کا موبائل نمبر تلاش کیا۔ لیکن وہ آف تھا وہ روتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئی۔

"یسریٰ!" ثمینہ کی گھبرائی ہوئی آواز پر اس کے ہاتھ پاؤں بے جان ہونے لگے۔ اس نے پھر ہمت کر کے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔ ریحان کی آواز پر اس نے خود کو بمشکل بولنے کے لیے تیار کیا۔

"کیا کہنا ہے، گھر میں کوئی نہیں ہے۔" دوسری طرف سے وہ کافی رکھائی سے بولا۔ وہ بھول گئی تھی کہ CLI پر ان کا نمبر آگیا ہو گا اور ایسی حرکت صرف وہی کر سکتی تھی۔

"پاپا کی طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے۔ امی ماموں کو بلا رہی ہیں۔"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں جلدی جلدی بتانے لگی، مبادا وہ بات سنے بغیر کہیں فون نہ رکھ دے۔ اس کے بتاتے ہی فون بند ہو گیا تھا۔ وہ گیٹ کھول کر ٹہلنے لگی۔ تین منٹ بعد ریحان اسے گیٹ سے اندر داخل ہوتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر داخل ہوا تو وہ بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے آئی تھی۔ اس نے نواز صاحب کی نبض دیکھی۔

"پھوپھو! میں گاڑی لے کر آتا ہوں۔" وہ باہر کی طرف دوڑا۔ واپسی میں اس کے ساتھ ایک آدمی اور بھی تھا۔

ان دونوں نے بے ہوش نواز صاحب کو گاڑی میں ڈالا۔ اسپتال پہنچتے ہی انہیں ICU میں داخل کر لیا گیا۔ ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ انہیں ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ ریحان کے فون کرتے ہی اعجاز صاحب شایان، تایا جی سمیع زارا سب آگئے تھے۔

زارا، ثمینہ کا ہاتھ تھامے انہیں چپ کروا رہی تھی۔ جب کہ اسے لگ رہا تھا اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی سزا ملی ہے۔ وہ ریحان کی وجہ سے اللہ سے ناراض ہوئی تھی۔ حالانکہ اس طرح سب کچھ بدل تو نہیں جانا تھا۔ وہ ایک بار پھر اللہ سے معافی مانگنے لگی۔

☆ ☆ ☆

سامنے سے آتی ہوئی ہستی اسے اپنی آنکھوں کا دھوکہ لگ رہا تھا۔ لیکن جب روتی ہوئی سارا، زارا کے گلے لگی تو اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے ثمینہ کا چہرہ دیکھا۔

"امی! آپ اب بھی مجھ سے ناراض ہیں؟"

"کیوں اب کیا ہو گیا ہے؟" انہوں نے غصے سے اس کا چہرہ دیکھا۔ تمہیں کس نے بتایا؟۔" اچانک انہوں نے کسی خیال سے چونک کر سارا کو دیکھا تو اس نے زارا کی طرف دیکھا۔ ثمینہ کی شکایتی نظریں خود پر محسوس کر کے زارا نے نظریں جھکا لیں۔

"آپ نے تو شاید اپنی طرف سے مجھے مردہ ہی سمجھ لیا

UrduPhoto.com

ہے۔ دادو کا انتقال' پاپا کی اتنی طبیعت خراب ہے اور مجھے کسی نے نہیں بتایا اور سب سے بڑھ کر آپ نے یسریٰ کا نکاح کردیا۔ میں بہن لگتی ہوں اس کی امی۔" اس نے روتے ہوئے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا۔ "اگر میں زارا کو فون نہ کرتی تو مجھے کبھی پتا نہ چلتا۔ میں اپنے گھر میں بہت خوش ہوں' لیکن یہ احساس کہ آپ اور پاپا مجھ سے ناراض ہیں' میں ان خوشیوں کو ٹھیک طرح محسوس بھی نہیں کر پاتی۔ ماں کا دل تو بہت بڑا ہوتا ہے۔ امی پلیز! مجھے معاف کردیں۔" ثمینہ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔

"پلیز امی!" زارا کے کہنے پر جو جھجک تھی وہ بھی ختم ہوگئی' انہوں نے اسے گلے لگالیا۔

"عاصم بھائی! آپ بیٹھیں نا۔" سب سے پہلے زارا کو ہی اس کا خیال آیا تھا۔ ثمینہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"بیٹھو بیٹا!" وہ خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"میں پاپا سے مل لوں۔"

"نہیں' بڑی مشکل سے ان کی طبیعت سنبھلی ہے۔ تمہیں دیکھیں گے تو....." انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"پلیز امی! میں صرف ایک بار مل کر ان سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔"

"آنٹی ٹھیک کہہ رہی ہیں سارا! ابھی مناسب نہیں لگتا۔ کوئی صحیح وقت دیکھ کر ان سے مل لینا۔"

مزید بحث کا موڈ دیکھ کر عاصم نے اسے ٹوک دیا' تو ثمینہ نے تشکرانہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ نے مجھے معاف کردیا نا!" جانے سے پہلے وہ پھر ان کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ اس کے چہرے پر اتنی آس تھی کہ ثمینہ نے بے اختیار اسے اپنے ساتھ لگالیا۔

"تم ٹھیک تو ہو نا گڑیا!" سارا نے یسریٰ کے قریب رک کر اس کا ماتھا چوما۔ وہ سپاٹ نظروں سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی' لیکن معافی ملنے کی خوشی میں اس نے یسریٰ کے سپاٹ رویے کو محسوس ہی نہیں کیا تھا۔

"یسریٰ! تم بھی آج گھر چلی جاؤ' کپڑے بدل کر آجانا تین دن سے ایسے ہی پھر رہی ہو۔" زارا کے کہنے پر اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"حلیہ دیکھو اپنا' ماسی لگ رہی ہو۔ تم سے اچھی میری بیٹی ہے۔ دن میں دو دفعہ باتھ لیتی ہے۔"

"کیا بات ہے آپ کی بیٹی کی۔" زارا کے گھر کہنے پر اس نے مسکرا کر سمیعہ کو اس کی گود سے لے لیا۔

"آج سمیعہ کیسے آپ کے ساتھ آگئی؟" اس نے چھوٹی سی سمیعہ کو ہوا میں اچھالتے ہوئے پوچھا۔ "سمیع کو آج فیکٹری جانا تھا تو میں ساتھ لے آئی ورنہ سمیع کے پاس ہو تو اسے ماں کی کمی محسوس ہی نہیں ہوتی۔" زارا کے لہجے میں واضح طمانیت تھی۔

"سمیع بھائی' سمیعہ سے بہت پیار کرتے ہیں؟" اس نے سمیعہ کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سمیع کی تو جان ہے اس میں۔" زارا نے ہنستے ہوئے سمیعہ کو اس کی گود سے لے لیا۔ اس نے جیسا سمیع کے بارے میں سوچا تھا وہ اس سے بہت مختلف تھا۔ زارا کی خوش قسمتی تھی کہ اللہ نے اسے کسی آزمائش میں نہیں ڈالا تھا۔ سارا نے اپنی مرضی کی تھی۔ لیکن اس کا چہرہ بتاتا تھا کہ وہ بہت خوش ہے۔ جب کہ وہ خود اس کا ذہن ایک بار پھر باغی ہونے لگا تو وہ باہر نکل گئی۔

اور جب وہ دوبارہ اندر آئی تو ریحان لنچ باکس کے ساتھ موجود تھا۔ سمیعہ امی کی گود میں تھی اور زارا' پاپا کو سوپ پلا رہی تھی۔

"ریحان! ایک منٹ!" اسے باہر نکلتا دیکھ کر زارا نے آواز دی۔

"یسریٰ! تم بھی آؤ۔"

زارا نے اسے بھی باہر بلایا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"ریحان! یسریٰ کو ذرا گھر چھوڑ دینا۔ اور ہاں ریحان کے ہاتھ امی پاپا کے کپڑے بھیج دینا۔"

اس نے گھبرا کر زارا کی شکل دیکھی۔ "ایسے کیا دیکھ رہی ہو' ریحان تمہیں کھا نہیں جائے گا۔

اور ریحان! تم نے میری بہن پر کتنا رعب ڈال رکھا ہے۔ کبھی پیار سے بھی بات کرلیا کرو۔"

یسریٰ نے بے اختیار دانت پیسے۔

"کچھ اور تو نہیں چاہیے؟" ریحان نے زارا سے پوچھا تھا۔ مزید باتوں سے بچنے کے لیے وہ خود ہی آگے چل پڑی۔ اس نے کبھی بھی ریحان کے گلے پڑنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن قسمت ہر بار اسے ریحان کے گلے کا ہار بننے پر مجبور کردیتی تھی۔ اس نے ریحان کو اپنے ہم قدم ہوتے اور پھر خود سے آگے نکلتے دیکھا۔

وہ دھڑکتے دل کے ساتھ فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔ پچھلے دنوں اس نے سنا تھا کہ ریحان نے نئی کار لی ہے

مگر دیکھنے کا اتفاق آج ہوا تھا۔ بیس منٹ کے راستے میں ان کے درمیان ایک لفظ کا بھی تبادلہ نہیں ہوا تھا اور آنے والی زندگی بھی شاید ایسے ہی خاموش بے رنگ گزرنے والی تھی۔

☼ ☼ ☼

جب سے ثمینہ کو بخار ہوا تھا۔ وہ گھن چکر بن کر رہ گئی تھی۔ ہاسپٹل سے گھر' گھر سے اسپتال اب ثمینہ کو ناشتہ کروا کر اسے ہاسپٹل جانا تھا' جہاں زارا اس کا انتظار کررہی تھی۔ سارا سے وہ خود بات نہیں کرتی تھی۔ لیکن اس کی غیر موجودگی میں وہ امی کے پاس ہوتی تھی تو اسے تسلی رہتی تھی۔ وہ ٹفن بند کرکے تیزی سے دروازے کی طرف مڑی' لیکن سارا کو دروازے میں کھڑا دیکھ کر اس کے چہرے کے تاثرات سپاٹ ہوگئے۔ وہ دانتوں کو سختی سے ایک دوسرے پر جمائے دیوار کو دیکھنے لگی۔

"گڑیا! تمہاری ناراضی مجھے بہت تکلیف دیتی ہے۔ میں مانتی ہوں میں نے....."

"پلیز باجی! مجھے دیر ہورہی ہے۔" روکھے لہجے میں اسے ٹوک دیا تیزی سے اس کے پہلو سے نکلی۔ لیکن باہر نکلتے ہی اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ وہ جان بوجھ کر ایسا نہیں کرتی تھی بس ہو جاتا تھا۔ حالانکہ سارا سے وہ بہت پیار کرتی تھی۔ لیکن اسے دیکھتے ہی اسے اپنی بے رنگ زندگی کا احساس ہونے لگتا۔ اگر سارا یہ قدم نہ اٹھاتی تو زندگی شاید آج سے مختلف ہوتی۔

گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی اس نے گہرا سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اعجاز صاحب کی گاڑی کے آگے کھڑی ریحان کی گاڑی دیکھ کر اس کے قدم خود ہی سست پڑ گئے۔

"پتا نہیں آفس کب جاتے ہیں۔" اسے غصہ ہی آگیا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی بہت سی نظریں اس کی طرف اٹھی تھیں' شایان کے سسرال والوں کو دیکھ کر وہ کنفیوز ہوگئی۔ کیونکہ پچھلی دو تین ملاقاتوں میں اس نے ان کو بہت بے تکلف پایا تھا اور ان کے شوخ جملوں سے وہ خوفزدہ ہی رہتی تھی۔

"لو عائشہ! تم یسریٰ کا پوچھ رہی تھیں' وہ خود ہی آگئی۔" شایان کے کہنے پر اس نے مسکرا کر عائشہ کو دیکھا۔

"ماموں گھر پر ہیں؟" سب سے مل کر اس نے فرزانہ سے پوچھا۔

"باتھ لے رہے ہیں' آنے والے ہوں گے۔" وہ خاموشی سے دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کے آنے سے پہلے وہ لوگ جس موضوع پر بات کررہے تھے' وہ گفتگو اب پھر شروع ہوچکی تھی۔ وہ بے توجہی سے انہیں سننے لگی۔ ان لوگوں سے معذرت کرکے وہ اعجاز صاحب کے کمرے کی طرف آگئی مگر باتھ روم کے بند دروازے کو دیکھ کر باہر نکل آئی اور لاؤنج میں جانے کی بجائے کاریڈور میں ٹہلنے لگی تھی کہ شایان کے قہقہے پر اس کے قدم وہیں تھم گئے۔

"شایان بھائی کتنے چالاک ہیں آپ' اچھا ہوا آصفہ آپا ہمارے ساتھ نہیں آئیں' ورنہ انہیں آپ کے ساتھ نکاح پر افسوس ہوتا۔"

عائشہ کی مسکراتی ہوئی آواز پر اس نے مزید ٹہلنے کا ارادہ موقوف کردیا اور دیوار سے ٹیک لگالی۔

"شرم کریں' ریحان بھائی آپ سے زیادہ مارکس لے رہے ہیں۔" اس بار عائشہ کا بھائی بولا تھا۔

"ریحان! آپ یہ بتائیں' اچھی بیوی کو کیسا ہونا چاہیے؟"

"بیوی کو ایک دوست کی طرح ہونا چاہیے کیونکہ ایک اچھی بیوی کے ہوتے ہوئے آپ کو اپنے دل کی بات شیئر کرنے کے لیے کسی اور کے سہارے کی ضرورت نہیں رہتی۔"

"اور شادی شدہ زندگی کی کامیابی کے لیے کیا ضروری ہے؟"

"محبت' اگر محبت نہ ہو تو اس رشتے کی خوبصورتی ختم ہوجاتی ہے۔" عائشہ کے سوال پر وہ مضبوط لہجے میں بولا تو اس کی دھڑکن کچھ مدھم ہوگئی۔

"شایان بھائی! پھر آپ کی باری' اب آپ بتائیں۔"

"دیکھو یار! محبت واقعی ضروری ہے۔ اس بات سے میں بھی اتفاق کرتا ہوں لیکن بیوی سے ہر بات شیئر نہیں ہوسکتی۔ کم از کم میں اس بات کا قائل نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے آپ آصفہ آپا سے باتیں چھپاتے ہیں۔"

"تو اور کیا' اب اگر آپ اپنی بیوی سے گرل فرینڈ کی باتیں شیئر کریں گے تو سہارا کم ملے گا' جوتیاں زیادہ پڑیں گی۔"

UrduPhoto.com

شایان کے جواب پر زبردست قہقہہ سنائی دیا تھا۔ دروازہ کھلنے پر اس نے مڑ کر دیکھا۔

"بیٹا! میں بس آرہا ہوں۔" اعجاز صاحب کے کہنے پر اس نے سر ہلایا۔

"شایان بھائی! میں سیریس ہوں۔" کوریڈور کے آخری سرے پر پہنچ کر اس نے پھر عائشہ کی آواز سنی۔ وہ سر جھٹک کر باہر کی طرف بڑھنے لگی لیکن عائشہ کے سوال نے اس کے قدم پھر روک لیے۔

"میں فرض کرنے کو کہہ رہی ہوں۔ اگر آپ کی پانچ بیٹیاں ہوں تو؟"

"توبہ کرو عائشہ! کتنی خوفناک باتیں کر رہی ہو۔ ایک بیٹی کافی ہوتی ہے۔ چلو حد سے حد دو ٹھیک ہیں۔ اس سے زیادہ کبھی نہیں۔" وہ قطعی لہجے میں بولا۔ "تمہارا کیا مطلب ہے' میں ساری عمر بیٹیاں بیاہتا ہی بوڑھا ہو جاؤں۔ نووے۔ میں اتنی جلدی بوڑھا نہیں ہونا چاہتا۔ پانچ بیٹوں کی بات کرو تو سوچا جا سکتا ہے۔"

"بڑے افسوس کی بات ہے۔" شایان کے قہقہے پر عائشہ کی ملامت بھری آواز سنائی دی تھی۔

"ریحان! آپ کا کیا خیال ہے؟"

"نیک ہی خیال ہے۔" ریحان کی مسکراتی ہوئی آواز پر اس نے اضطرابی انداز میں پہلو بدلا۔ شاید اس شخص کا جواب وہ جانتی ہے۔ "میری پانچ بیٹیاں ہوں یا پانچ بیٹے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"یار! آج کے دور میں اتنے بچے نہیں ہوتے۔" شایان نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"پھر بھی۔" عائشہ دوبارہ بولی۔

"بتا تو رہا ہوں' مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بیٹیاں بوجھ تھوڑی ہوتی ہیں' بیٹیاں تو پھول ہیں۔"

یہ جواب تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔ اسے لگا آج سے پہلے اتنی خوبصورت آواز' اتنے خوبصورت الفاظ اس نے کبھی نہیں سنے۔

"شایان بھائی! آپ کے اتنے خوبصورت خیالات جا کر میں آپا کو بتاؤں گی۔"

"شوق سے۔" شایان نے پھر قہقہہ لگایا۔

"بچی' سیریٰ بہت لکی ہے۔ مجھے تو اتنا افسوس ہو رہا ہے کہ میں ریحان سے پہلے کیوں نہیں ملی۔ اگر ملی تھی تو ان کا نکاح کیوں ہو چکا ہے۔"

اب اسے ریحان کے قہقہے کی آواز سنائی دی۔

"ویسے ابھی بھی دیر نہیں ہوئی۔" ریحان کی مسکراتی ہوئی آواز پر اس کے ساکت وجود میں حرکت ہوئی۔

"آؤ بیٹا!" اعجاز صاحب کے قریب آتے ہی اسے اپنے حواس بحال کرنے پڑے۔

"کہاں چلی گئی تھیں۔ سنو' یہاں کیا باتیں ہو رہی ہیں؟۔ اپنے میاں پر نظر رکھو' ان محترمہ کی نیت اچھی نہیں۔" سیریٰ نے عائشہ کی طرف دیکھا جو مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"پاپا! ریحان سے پوچھ لیں۔ کہیں اس کو سیریٰ کو لے کر جانا ہو؟۔"

شایان کے کہنے پر اعجاز صاحب نے مسکرا کر اسے دیکھا اور وہ جو ریلیکس بیٹھا تھا' مزید ایزی ہو کر بیٹھ گیا۔

"نہیں پاپا! میرا ایسا کوئی موڈ نہیں۔" سیریٰ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا اور اعجاز صاحب سے پہلے خود باہر تک آئی۔

☼ ☼ ☼

"تمہاری ماں کی طبیعت اب کیسی ہے؟۔"

"اب ٹھیک ہیں۔" اس نے بیگ کو کرسی پر رکھ کر ان کا چہرہ دیکھا۔

"گھر کب جانا ہے؟" نواز صاحب کی اکتائی ہوئی آواز پر اس نے تہہ شدہ کپڑے وہیں رکھ دیے۔

"آج دوپہر کو سمیع بھائی اور زارا آپی کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"ہوں۔" وہ ہنکارا بھر کر خاموش ہو گئے تو وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"سارا آئی تھی؟" اس نے مڑ کر ان کا چہرہ دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"نن... نہیں... تو..." گھبراہٹ کے مارے وہ ہکلا کر رہ گئی۔ اس نے جلدی سے اپنا رخ موڑ لیا۔

بیگ کی زپ بند کر کے اس نے چور نظروں سے انہیں دیکھا۔ وہ پُرسوچ نظروں سے چھت کو دیکھ رہے تھے۔

"پاپا! تھوڑی دیر سو جائیں۔" اس کے پکارنے پر انہوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تم بھی آرام کر لو' رات کو بھی تم نہیں سوئی تھیں۔" اس نے حیرت سے انہیں دیکھا لیکن تب تک وہ

کروٹ بدل چکے تھے۔ کچھ دیر تک وہ ایسے ہی کمرے میں ٹہلتی رہی۔ پھر تنگ آ کر باہر لان میں بینچ پر بیٹھ گئی۔ سردیوں کی نرم دھوپ میں اسے بے حد سکون مل رہا تھا۔

رات کو صوفے پر وہ ٹھیک طرح سے سو نہیں سکی تھی۔ اب پلکیں خود بخود بند ہونے لگیں۔ اس کے بہت قریب گانے کی دھن بج رہی تھی۔ اس کا خواب ٹوٹ گیا لیکن پھر بھی وہ آنکھیں نہیں کھول سکی۔ دھن مسلسل بج رہی تھی۔

"ہوش میں آؤ۔" ریحان کی دھیمی لیکن غراتی ہوئی آواز پر اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔ خواب ٹوٹ چکا تھا' تلخ حقیقت سامنے کھڑی تھی۔ وہ تیزی سے کھڑی ہوئی۔

"کمرے میں جگہ نہیں تھی جو تم اس میدان میں سونے چلی آئی ہو۔" سیریٰ نے گھبرا کر ارد گرد نظر دوڑائی' جہاں لوگوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو چکا تھا۔ اس نے پریشان نظروں سے ریحان کو دیکھا جو سیل فون ٹراؤزر کی جیب میں رکھ رہا تھا جبکہ ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہو چکا تھا۔

اس نے شرمندگی سے نظریں جھکا لیں۔ وہ آگے بڑھا تو وہ اس کے پیچھے چلنے لگی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ پہلے نواز صاحب کے قریب گیا۔ وہ سو رہے تھے' وہ کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے الیکٹرک کیتل میں رکھی ہوئی چائے گرم کی اور کپ اس کی طرف بڑھایا جسے دیکھے بنا تھام لیا گیا تھا۔ وہ برا سا منہ بنا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ بہت غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔ زندگی میں شاید پہلی بار وہ اسے بہت خوبصورت لگ رہا تھا کیونکہ اس شخص کا ظاہر کے ساتھ باطن بھی خوبصورت تھا۔

اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ وہ کپ رکھنے کے لیے مڑا تو دائیں آنکھ کے قریب زخم نمایاں ہونے لگا۔ اور بے نیاز دو دن پرانے اخبار میں گم تھا۔ اسے وہ اخبار زہر لگ رہا تھا لیکن آج اپنے درمیان چھائی خاموشی اسے بے معنی نہیں لگ رہی تھی۔ دل میٹھی میٹھی سرگوشیاں کر رہا تھا۔ سامنے بیٹھا شخص اس کا اپنا تھا۔ اس کی مسکراہٹ اور نمایاں ہو گئی۔ شاید اس کی نظروں کا ارتکاز تھا کہ سامنے کھڑے شخص کی محویت ٹوٹ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر نظریں ڈالتے ہی وہ چونکا جبکہ اس نے سٹپٹا کر نظریں چرائیں۔ ریحان کے اخبار میز پر رکھتے ہی وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی لیکن سمیع اور زارا کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے سکون کا سانس لیا۔

☼ ☼ ☼

"چائے لاؤں آپ کے لیے؟۔" ثمینہ کے پوچھنے پر انہوں نے سر نفی میں ہلایا۔

"بیٹھ جاؤ۔" نواز صاحب نے کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ غور سے ان کا چہرہ دیکھتے ہوئے بیٹھ گئیں۔

"اگر میں تم سے معافی مانگوں تو تم مجھے معاف کر دو گی؟"

"نواز! آپ..." انہوں نے ہاتھ اٹھا کر انہیں بات مکمل نہیں کرنے دی۔

"معاف کرو گی؟۔"

"جی۔" ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وہ بس اتنا ہی کہہ سکیں۔

"تم مجھے معاف کر سکتی ہو ثمینہ! کیونکہ تمہارا ظرف بہت بڑا ہے لیکن میں خود کو معاف نہیں کر پا رہا۔ میں نہ تو خود کو اچھا شوہر ثابت کر پایا اور نہ ہی اچھا باپ لیکن اس کے باوجود اپنی بیوی اور بچوں کے معاملے میں' میں بہت خوش قسمت رہا ہوں۔ تم امی کی پسند تھیں' میری نہیں لیکن آج میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ تم سے اچھی بیوی اور عورت میں نے آج تک نہیں دیکھی۔"

یہ بات سننے کے لیے انہوں نے کیا کچھ فراموش کیا تھا۔ آج پچیس سال بعد ان کے شوہر نے اقرار کیا تو انہیں خوش ہونا چاہیے تھا لیکن وہ رو رہی تھیں۔

"زارا اور سارا میری بیٹیاں مجھے بڑی پیاری ہیں لیکن بیٹے کی خواہش مجھے بھی تھی۔ سیریٰ پیدا ہوئی تو اس کے ساتھ پیدا ہونے والا میرا بیٹا مر گیا۔ مجھے بہت تکلیف ہوئی تھی۔ امی نے کہا' سیریٰ منحوس ہے اور میں نے سمجھ لیا کہ وہ منحوس ہے۔" وہ اب رو رہے تھے۔

"میں شگفتہ سے شادی نہ ہو سکنے کا بدلہ تم سے لیتا رہا اور اپنے بیٹے کے مرنے کا بدلہ سیریٰ سے۔ میں ہر چیز کو امی کی نظر سے دیکھتا رہا' یہ سمجھے بغیر کہ ان دونوں باتوں میں تمہارا یا سیریٰ کا کیا قصور ہے۔ میرے پاس ہر چیز تھی لیکن میں اپنی زندگی کو خود ہی بے سکون رکھتا تھا۔ میرے رویے کی وجہ سے سارا نے عاصم سے شادی کر لی۔" انہوں نے سر جھکا لیا۔

"میری غلطی تھی' مگر سارا کی بھی غلطی تھی۔ انوار

UrduPhoto.com

بھائی نے کہا۔ سارا میری بیٹی ہوتی تو میں گولی مار دیتا۔ میں اتنی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ ہاں میں نے یہ ضرور سوچ لیا تھا کہ کبھی اسے معاف نہیں کروں گا۔ وہ روز مجھے فون کرتی۔ اس کا شوہر مجھ سے ملنے آفس آیا لیکن میں نے اپنا دل سخت کرلیا۔ اپنی پدرانہ محبت کو میں نے اپنی انا کی وجہ سے غیرت کے نام پر کچل دیا لیکن جب صائمہ گھر سے چلی گئی تو انوار بھائی اور سعود جو سارا کی دفعہ بڑھ چڑھ کر بول رہے تھے لیکن جب بات اپنی اولاد پر آئی تو ان کے اصول ہی بدل گئے۔ انوار بھائی خود جاکر صائمہ کو لے کر آئے۔ میری بیٹی نے تو شادی کی تھی جبکہ صائمہ تو بغیر شادی کے....."

انہوں نے ہونٹ بھینچ کر خود کو سخت بات کہنے سے روکا۔

"اس دن مجھے بہت دکھ ہوا۔ رشتوں کے یہ روپ دیکھ کر مجھے لگتا تھا میرا دل پھٹ جائے گا۔"

ثمینہ برستی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"سارا اور زارا سے میں نے پھر بھی پیار کیا لیکن یسریٰ..... وہ بغیر وجہ کے قصوروار ٹھہری تھی۔ وہ جب اس گھر میں آئی تھی' اس نے میرے قریب آنے کی کتنی کوشش کی تھی لیکن میں اسے جھڑک دیتا تھا لیکن یقین جانو ثمینہ! میں اس سے بھی بہت پیار کرتا ہوں۔

میں جانتا تھا' وہ اعجاز بھائی کی فیملی سے بہت انیبچ ہے۔ بے شک میں غصے میں تھا لیکن ریحان سے اس کا رشتہ میں نے اس کی خوشی کے لیے کیا تھا۔ اسپتال میں میری بیٹیوں نے دن رات جس طرح میری خدمت کی ہے' شاید بیٹے ہوتے تو ایسا نہ کرتے۔"

"چلیں آپ کو احساس ہوگیا لیکن نواز! آپ کے سلوک نے جو خلا ہماری زندگیوں میں بھر دیا ہے' وہ پُر ہوجائے گا' کیا وہ وقت دوبارہ آسکتا ہے؟"

ثمینہ نے روتے ہوئے ان سے سوال کیا تھا۔

"میں جانتا ہوں ثمینہ! وہ وقت واپس نہیں آسکتا لیکن جو وقت میرے پاس ہے' میں اس کی تلافی کرنے کی کوشش تو کرسکتا ہوں۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو۔"

ثمینہ آنسو پونچھ کر مسکرادیں۔

"کیا یسریٰ مجھے معاف کردے گی؟" انہوں نے بڑی آس سے ثمینہ کا چہرہ دیکھا۔

"وہ آپ کی بیٹی ہے' آپ کیوں اس سے معافی مانگیں گے۔" وہ تڑپ کر بولیں۔

"اسے بلاؤ اور سارا سے بھی کہو۔ اپنی ماں سے ملتی ہے' باپ سے بھی مل لے۔" انہوں نے کہہ کر آنکھیں موند لیں تو وہ مسکرا کر کھڑی ہوگئیں۔

☆ ☆ ☆

"پاپا! یہ سمیعہ میری جگہ لینے کی کوشش کررہی ہے۔" سارا نے مصنوعی غصے سے چھوٹی سی سمیعہ کو گھورا۔

"خبردار جو میری بیٹی کو ڈرانے کی کوشش کی۔"

زارا نے غصے سے ایک دھموکا اس کی کمر میں جڑا تو وہ کراہ کر رہ گئی۔

"میں اور سمیعہ پاپا کے زیادہ لاڈلے ہیں۔" زارا نے فرضی کالر جھاڑے۔

"ہونہہ خوش فہمی۔ میں پاپا کی بیٹی ہوں۔"

"میرا خیال ہے تم دونوں میری بیٹیاں ہو۔" نواز صاحب کے سنجیدہ انداز پر ثمینہ ہنس دیں۔

"نہیں' آپ بتائیں' آپ کو زیادہ پیارا کون ہے۔"

"مجھے سب سے زیادہ یسریٰ سے پیار ہے۔" یسریٰ کے اندر داخل ہوتے ہی وہ بول پڑے۔ سارا اور زارا کے چلانے پہ وہ مسکراتی ہوئی ان کے قریب آگئی۔

"پکڑو بھئی! اپنی بٹی کو۔ میری بٹی آگئی ہے۔" انہوں نے سمیعہ کو زارا کی گود میں دے کر یسریٰ کو اپنے بازو کے حلقے میں لے لیا۔

"پاپا! آپ طوطے کی طرح آنکھیں بدل لیتے ہیں۔" زارا نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا کروں' مجبوری ہے۔ تم دونوں تو اپنے گھروں کو چلی جاؤ گی۔ میرا خیال تو میری یہ والی بٹی رکھتی ہے۔"

انہوں نے اسے مزید ساتھ لگا کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

ایک آسودہ سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر پھیل گئی۔ پچھلے چند دنوں سے یہ ماحول ان کے گھر کا حصہ بن چکا تھا۔ باپ کی محبت اب بارش کی طرح اس پر برستی تھی۔ سب کچھ تھا لیکن دل ابھی پیاسا تھا۔ شاید انسان ازل سے ناشکرا ہے۔ اب اس کا دل کسی اور کی محبت کے لیے ہمکتا تھا۔ دل کی زمین اس برسات سے سیراب ہونا چاہتی تھی۔

"زارا کہتی تھی' کبھی کبھی ایک لمحہ انسان کی سوچ بدل دیتا ہے۔ کیا ایسا کوئی لمحہ ریحان کی زندگی میں آئے گا۔"

زارا کے قہقہے پر وہ چونک کر خیالوں کی دنیا سے واپس

آئی۔ پھر سب سے نظریں چراتے ہوئے باہر نکل آئی۔

"یسری....." سارا کی آواز پر وہ مڑی۔

"تم اب بھی مجھ سے ناراض ہو۔ میں تمہاری ناراضی کی وجہ سمجھتی ہوں۔ یقین مانو اگر مجھے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ میرے اس قدم کی وجہ سے تمہیں کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے تو میں کبھی ایسا نہ کرتی۔"

"اور اگر آپ ایسا نہ کرتیں تو ریحان مجھے کیسے ملتا۔" وہ دل میں اس سے مخاطب تھی جبکہ اس کی خاموشی کا سارا نے کچھ اور ہی مطلب لیا۔

"گڑیا! میں جانتی ہوں تم ریحان کو پسند نہیں کرتیں۔ میں پاپا سے بات کرتی ہوں۔ وہ اب ضرور سمجھ جائیں گے۔"

سارا نے پیار سے اس کا گال چھوا تو اس کی آنکھوں میں الجھن تیرنے لگی۔

"کیا مطلب؟" وہ ہراساں ہوگئی۔

"ابھی صرف نکاح ہی ہوا ہے۔"

"باجی!" حیرت کے مارے وہ گنگ رہ گئی۔

"میں مانتی ہوں' یہ بہت بڑی بات ہے لیکن ساری عمر رونے سے بہتر ہے ایک بار رولو۔" اس نے سر نفی میں ہلایا تو سارا نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"ریحان! تمہارے ساتھ ٹھیک ہے؟"

خود پر اس کی کھوجتی نظریں محسوس کرکے اس نے اثبات میں سر ہلادیا۔ سارا نے جیسے سکون کا سانس لیا۔

"اللہ کا شکر ہے' ورنہ مجھے ہر وقت یہی پریشانی رہتی تھی۔ تم میری وجہ سے دکھی ہو۔" وہ واقعی خوش لگ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

رشتے بدلنے سے شاید خیالات بھی بدل جاتے ہیں۔ اس نے بچپن سے فرزانہ ممانی کا شفقت بھرا رویہ دیکھا تھا جو اب مفقود تھا لیکن وہ پھر بھی ان سے ملنے ضرور آتی تھی۔ ہمیشہ ترتیب سے رہنے والا لاؤنج آج کچھ ابتری کا شکار لگ رہا تھا۔

"ریحان! یہ کپڑے تم اپنے کمرے میں پیک نہیں کرسکتے۔ سارے لاؤنج کا ستیاناس کردیا ہے۔"

کچن سے فرزانہ ممانی کی جھلائی ہوئی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا' جہاں ادھ کھلے بیگ کے اندر اور باہر کپڑے پڑے ہوئے تھے۔

"تم دونوں نے میری جان مصیبت میں ڈال رکھی ہے۔ ذرا خیال نہیں کہ ماں اب بوڑھی ہوگئی ہے' خود بھی کچھ کرلیں۔ تم لوگوں کی بیویاں آجائیں تو مجھے سکون ملے گا۔ آجاؤ' ناشتا بن گیا ہے۔" وہ ٹرے لے کر ڈائننگ ٹیبل تک آئی تھیں۔

"السلام علیکم۔" اپنی طرف متوجہ دیکھ کر وہ جلدی سے آگے بڑھی لیکن کچن سے نکلتی فصیحہ کو دیکھ کر وہیں رک گئی۔ ان دونوں کی بات چیت تو ہوتی تھی لیکن اب پہلے جیسی بات نہیں رہی تھی۔ فصیحہ کے مسکرانے پر وہ بھی مسکرادی۔ تب ہی ریحان اندر داخل ہوا تھا۔ شاید نہا کر آرہا تھا کیونکہ گیلے بال ماتھے پر تھے' ایک ہاتھ میں شیونگ کٹ اور دوسرے میں پرفیوم تھا۔

اس کے سلام کا جواب سر کی جنبش سے دیا گیا۔

"لاؤ' میں تمہاری ہیلپ کردوں۔ تم ناشتا کرلو۔" فصیحہ کی آفر پر ریحان نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"تھینکس! میں خود کرلوں گا۔ ہیلپ کرنی ہے تو میرے حصے کا ناشتا کرلو' مجھے بہت بھوک لگی ہے۔"

ریحان کے مسکراتے لہجے پر اس نے جلتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ دونوں شروع سے ہی ایسے مذاق کرتے تھے لیکن آج بات کچھ اور تھی۔

"لاؤ پھر کپڑے تہہ کردوں۔" فصیحہ مسکرا کر آگے بڑھی تو اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"یہ تم اپنی چیزوں کے معاملے میں اتنے پوزیسو کیوں ہو۔ یقین رکھو' تمہاری چیزوں کو بہت احتیاط سے رکھوں گی۔"

فصیحہ بڑے لاڈ سے اس کے قریب جا کر بولی تو یسریٰ تلملا کر رہ گئی۔ ان دونوں نے لگتا تھا یہ فراموش کردیا ہے کہ وہ بھی یہاں موجود ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ وہ جانتی تھی کہ فصیحہ' ریحان کو کتنا پسند کرتی ہے۔

"اچھا بنکاک سے کب آؤ گے؟"

"چار پانچ دن تو لگیں گے۔" یسریٰ نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔ بیوی وہ اس کی تھی اور معلومات فصیحہ کو تھیں۔

"پچھلی دفعہ بھی ہالینڈ گئے تھے؟"

"ہاں ہر سال کمپنی ایک ہفتے کا ایسا ٹور ضرور اسپانسر کرتی ہے۔ اب اگر پروموشن ہوجاتی ہے تو میں اپنی مرضی سے کسی بھی ملک جاسکتا ہوں۔"

UrduPhoto.com

"اچھا۔" فصیحہ کا انداز متاثر ہونے والا تھا۔
"ریحان! ناشتا ابھی تک ویسا ہی پڑا ہے۔" فرزانہ ممانی اب غصے سے بولی تھیں۔
"ایسے کرتے ہیں، تم سامان پیک کرو۔ میں نوالے بنا کر تمہارے منہ میں ڈالتی جاتی ہوں۔"
فصیحہ کے کہنے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔
"نو تھینکس۔ ابھی میرے ہاتھ سلامت ہیں اور پلیز! یہ پرفیوم بہت قیمتی ہے اور میرا موسٹ فیورٹ ہے، اس لیے اسے یہاں رکھ دو۔" اس نے پرفیوم فصیحہ کے ہاتھ سے لے لیا۔
"پرفیوم ہی ہے نا۔ ٹوٹ گیا تو نیا آجائے گا۔" وہ اٹھلا کر بولی۔
"ایسے ہی ٹوٹ گیا۔ میں تمہارا ہاتھ توڑ دوں گا۔" ریحان دھمکی دیتا ہوا ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔
"جانتی ہوں، بتانے کی ضرورت نہیں۔" وہ منہ بنا کر بولی جبکہ آنکھوں میں آئے آنسو چھپانے کے لیے یسریٰ نے اپنا سر جھکا لیا۔
ان دونوں کی اتنی دوستی پر آج پہلی بار اسے دکھ ہو رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا فصیحہ کو کہیں غائب کر دے یا خود فصیحہ بن جائے۔
"یسریٰ! بیٹھ جاؤ۔" فرزانہ کو ہی احساس ہوا تھا کہ وہ اب تک کھڑی ہے۔ وہ ڈبڈبائی نظروں سے آگے بڑھی۔ پاؤں شاید ٹیبل کے ساتھ الجھا تھا۔ اس نے جلدی سے صوفے کا سہارا لیا لیکن تب تک ٹیبل پر رکھا گلدان اور پرفیوم دونوں زمین پر گر کے چکنا چور ہو گئے تھے اور ایک پل کے لیے اس کی دھڑکن رک گئی۔ وہ جانتی تھی اپنی چیزوں کے لیے ریحان کا ردعمل کیا ہوتا ہے۔ ابھی پچھلا تھپڑ وہ بھولی نہیں تھی۔ وہ جلدی سے جھک کر کرچیاں سمیٹنے لگی۔
"یہ کیا کیا... دھیان کدھر تھا تمہارا؟" فرزانہ — پہلے افسوس سے ٹوٹی ہوئی پرفیوم کی شیشی کو دیکھتے ہوئے بولیں۔ جلدی جلدی سمیٹنے کے چکر میں باریک کانچ اس کے ہاتھوں میں چبھ گیا تھا۔
"پاگل ہو گئی ہو، چھوڑو اسے۔"
اچانک ریحان نے اس کی دونوں کلائیاں تھام کر انہیں جھٹکا دیا۔ ساری کرچیاں ایک بار پھر بکھر گئیں۔ وہ اس کے دونوں ہاتھ چھوڑ کر کیبنٹ کی طرف گیا۔ پھر روئی اور بینڈیج لے کر وہ جلدی سے اس کی طرف بڑھا۔
"ٹوٹنے والی چیز تھی، ٹوٹ گئی۔ اس کے لیے اس پاگل پن کی کیا ضرورت تھی۔" وہ زخم صاف کرتے ہوئے غصے سے بولا جبکہ وہ ہونٹ چباتے ہوئے آنسو روک رہی تھی۔
فرزانہ — نے غور سے ان دونوں کو آمنے سامنے بیٹھا دیکھا۔ ریحان کے اٹھتے ہی انہوں نے بے اختیار اسے گلے سے لگا لیا۔
یسریٰ نے کچھ حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔ اسے وہ اپنی سابقہ اماں لگی تھیں۔ وہ ان کے کندھے سے لگ گئی۔ دل میں کچھ عجیب سا احساس تھا۔ ریحان کا ردعمل بہت مختلف تھا۔ وہ بچپن سے دیکھتی آرہی تھی کہ وہ اپنی چیزوں کے معاملے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا تھا۔ اس نے نظریں گھما کر ڈائننگ ٹیبل کی طرف دیکھا۔
وہ بڑے مگن سے انداز میں ناشتا کر رہا تھا۔ فصیحہ کے حیران چہرے پر نظر پڑتے ہی اس نے فرزانہ کے کندھے سے سر اٹھا لیا۔
"اماں! میں چلتی ہوں۔"
"بیٹھو بیٹا! میں کچھ لاتی ہوں۔" وہ بہت پیار سے بولیں۔
"نہیں اماں! پھر آؤں گی۔" وہ جلدی سے باہر نکل آئی۔ آج سب کچھ اس کی سوچ کے برعکس ہو رہا تھا۔ خوشی سے اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

☆ ☆ ☆

"اف، میں ایک دفعہ پھر ہار گیا۔" نواز صاحب نے افسوس سے سر ہلایا تو یسریٰ نے قہقہہ لگاتے ہوئے نیڈو کا جار اٹھا لیا۔
"پاپا! شطرنج میں مجھے کوئی نہیں ہرا سکتا۔" اس نے فخریہ انداز میں انہیں دیکھا۔
"وہ تو لگ رہا ہے۔ پر میں تو تمہیں اچھا خاصا بے وقوف سمجھتا تھا۔"
"میں نے کبھی اس پر غور بھی نہیں کیا۔" یسریٰ کے انداز پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔
"شرم کرو یسریٰ سمیعہ، کب سے رو رہی ہے۔ میں اندر دودھ ڈھونڈ رہی ہوں اور تم کھا رہی ہو۔" زارا نے جھپٹنے کے سے انداز میں ڈبہ اس کے ہاتھ سے کھینچا۔
"تمہیں شرم نہیں آتی، اپنی بیٹی کے لیے میری بیٹی کا فیڈر چھین رہی ہو۔"

نواز صاحب کے انداز پر اس کے ساتھ ساتھ زارا کی بھی ہنسی چھوٹ گئی۔
"یہ کھانا آج سارا بنا رہی ہے۔ اللہ خیر ہی کرے۔" نواز صاحب کے کہنے پر وہ سر ہلاتے ہوئے بساط سمیٹنے لگی۔
"پاپا! یہ دونوں ویک اینڈ پر آکر ہمارا سارا مزہ خراب کر دیتی ہیں۔" یسریٰ نے جاتی ہوئی زارا کو دیکھ کر کہا تو وہ تلملا کر مڑی۔
"چھوٹی! یہ تمہیں زیادہ ہوا نہیں لگتی جا رہی۔"
"توبہ کریں آپی! اتنی سردی میں خود کو ہوا لگوا کر مجھے مرنا ہے۔" نواز صاحب قہقہہ لگا کر کھڑے ہو گئے۔
"میں تھوڑی دیر آرام کر لوں پھر شام کو ایک گیم کھیلتے ہیں۔" اس نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔
ان کے جاتے ہی اس نے آنکھیں بند کر کے صوفے کی بیک سے ٹیک لگا لی۔ دھیان خود بخود ریحان کی طرف چلا گیا۔ اس نے مسکرا کر آنکھیں کھول دیں۔ کچھ دیر تک وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی، جہاں لگے زخم اب مندمل ہو چکے تھے۔ وہ کچھ سوچ کر کچن کی طرف آگئی۔
"یار! یہ گجریلا چکھ کر دیکھو، میٹھا ٹھیک ہے؟" سارا نے جھنجلا کر چمچہ اس کے آگے کیا۔
"باجی! آپ رہنے دیں، میں بنا لیتی ہوں۔"
"مجبوری ہے، عاصم کو شوق ہے میرے ہاتھ کا گجریلا کھانے کا۔" وہ دانت پیس کر بولی تو یسریٰ مسکرا کر دیگچی میں جھانکنے لگی۔
"باجی! آپ سے ایک بات پوچھوں؟"
"ہوں۔"
"اگر دو لوگ بچپن میں اچھے دوست نہ ہوں لیکن ان کی شادی ہو جائے، لڑکی کو اس سے محبت ہو جائے جبکہ لڑکے کے نزدیک ایک اچھی دوست اچھی بیوی بن سکتی ہے۔ تو کیا اس لڑکے کو اس لڑکی سے محبت ہو سکتی ہے؟"
اس کے ہر لفظ کے ساتھ سارا کی مسکراہٹ گہری ہوتی جا رہی تھی۔
"کیوں، ریحان تم سے محبت نہیں کرتا؟" سارا کے شرارتی انداز پر پہلے وہ سٹپٹائی پھر جھینپ کر مسکرا دی۔
"میں ریحان کی بات تھوڑی کر رہی ہوں، میں تو بس ایسے ہی جسٹ فار نالج۔" اس کے کہنے پر سارا نے ابرو اچکائے۔
"اچھا معلومات اکٹھی کی جا رہی ہیں۔ محبت ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی۔" سارا نے آنچ دھیمی کر کے اسے دیکھا۔
"ایسا کرتے ہیں ماموں کی طرف چلتے ہیں۔ ان کو کل کی دعوت کا بھی بتا آتے ہیں اور تمہارے سوال کا جواب بھی لے آتے ہیں۔ ریحان کو یقیناً اس کا جواب معلوم ہو گا۔"
وہ جو بہت غور سے سارا کی بات سنتے ہوئے اس کے پیچھے آرہی تھی، ایک دم سارا کا بازو تھام لیا۔
"آپ رہنے دیں، میں خود ماموں کو بتا آؤں گی۔" وہ نروٹھے پن سے بولی۔
"تو اس جواب کا کیا کریں؟" وہ شرارت سے مسکرائی۔
"مجھے نہیں چاہیے۔" وہ جھنجلا کہ باہر نکل آئی۔
"بڑی عمر ہے، میں تمہیں ہی یاد کر رہی تھی۔ آصفہ آئی ہوئی ہے۔ میں تمہیں فون کرنے والی تھی کہ میری بیٹی کے بغیر کمی لگ رہی ہے۔"
فرزانہ کے بے ساختہ انداز پر اعجاز صاحب نے غور سے ان کا چہرہ دیکھا۔ وہ آصفہ سے مل کر ماموں کے پاس آگئی۔
"پرسوں امی ابا اور تایا جی کی فیملی عمرہ پر جا رہے ہیں تو کل گھر میں دعوت ہے۔ آپ کو آنا ہے۔"
"ہاں، ثمینہ کا بھی فون آیا تھا۔ زارا ابھی جا رہی ہے؟" اعجاز صاحب کے پوچھنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
"آج فصیحہ کی منگنی ہے۔"
"اچھا۔" فرزانہ کے بتانے پر وہ خوش ہو گئی۔ دل سے جیسے کوئی بوجھ ہٹا تھا۔
"فصیحہ کے خالہ کا بیٹا ہے۔ چھوٹا سا فنکشن ہے، میں اور تمہارے ماموں انوائٹڈ ہیں۔"
ان کی تفصیل بتانے پر اس نے گہرا سانس لیا۔
"یسریٰ بیٹا! ذرا اپنے ہاتھ کی چائے تو پلا دو۔" اعجاز صاحب کے کہنے پر وہ مسکرا کر کھڑی ہو گئی۔
"یسریٰ! اگر نیکی کرنے لگی ہو تو سب سے دعائیں لو۔" شایان کے کہنے پر اس نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔
"یسریٰ! آتے ہوئے ریحان کو بھی جگا دینا۔ جب سے آیا ہے، وہیں صوفے پر سو رہا ہے۔"
آخری جملہ انہوں نے شاید اعجاز صاحب سے کہا تھا جبکہ اس کی موجودگی کا سن کر اس کا دل دھڑک اٹھا۔ پردے گرے ہونے کی وجہ سے کمرے میں اندھیرا تھا۔ وہ صوفوں پر نظر ڈالے بغیر کچن میں آگئی۔ ٹرے ڈائننگ ٹیبل پر رکھ

UrduPhoto.com

کراس نے لائٹ جلائی تو دائیں طرف کے صوفے پر وہ لیٹا نظر آیا۔ دونوں ہاتھ سینے پر رکھے تھے جبکہ قد لمبا ہونے کی وجہ سے ٹانگیں صوفے سے باہر لٹک رہی تھیں۔

وہ احتیاط سے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ کچھ دیر تک اسے سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ اسے جگائے کیسے۔ نظریں ایک بار پھر دائیں آنکھ کے قریب نشان پر ٹھہر گئیں۔ اس نے مسکراتے ہوئے شہادت کی انگلی نشان کی طرف بڑھائی لیکن اگلے ہی پل ریحان کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ اس نے سٹپٹا کر ہاتھ کھینچا اور جلدی سے پیچھے ہٹی۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ خوفزدہ ہو گئی۔

"وہ... اماں آپ کو بلا رہی ہیں۔" اس کے کہتے ہی اس نے ایک بار پھر آنکھیں بند کرلیں تو وہ ٹرے لے کر باہر نکل آئی۔ کچھ دیر بعد وہ ہاتھوں سے بال سنوارتا ہوا ان کے پاس آگیا۔ فرزانہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"حیرت ہے، تم پھر سے یسریٰ کی اماں بن گئی ہو۔" اعجاز صاحب کی طنزیہ آواز پر ان کے مسکراتے لب سکڑ گئے۔ انہوں نے ریحان پر سے نظریں ہٹا کر انہیں دیکھا۔

"مجھے یسریٰ شروع سے پیاری ہے۔ بس کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی، وہ ختم ہو گئی ہے۔"

انہوں نے نظریں ایک بار پھر ریحان پر جما دی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"بہت بہت مبارک ہو۔" فصیحہ کو دیکھتے ہی وہ اس کے گلے لگ گئی۔ "مجھے بہت اچھا لگا کہ تم بھی آگئیں۔"

فصیحہ نے غور سے اس کا جگمگاتا ہوا چہرہ دیکھا۔

"تمہارا منگیتر کیسا ہے؟" اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

"اچھا ہے۔" فصیحہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی جبکہ آنکھوں میں عجیب سا تاثر تھا۔ یسریٰ کی گرم جوشی پل بھر میں غائب ہو گئی۔

"آؤ۔" کچن میں چلتے ہیں وہ اسے کچن میں لے آئی۔

"میں بہت تھکی ہوئی تھی، پر ریحان کی وجہ سے آنا پڑا۔" کافی کا کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے یسریٰ نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"بتا رہا تھا کہ اسے دو دن بعد آنا تھا لیکن جب اسے پتا چلا کہ میری منگنی ہے، تو اسی دن آگیا۔ اتنا افسردہ تھا۔ سچ مجھے تو اس پر ترس آنے لگا۔ مجھے تو کل ہی پتا چلا کہ وہ بھی مجھے پسند کرتا ہے۔ پر اسے قسمت کہتے ہیں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے، پر..." وہ استہزائیہ انداز میں مسکرائی۔

"اب تم دونوں تو حالات کے ہاتھوں مجبور ہو گئے تھے۔ نہ وہ تمہیں پسند کرتا تھا، نہ تم اسے اور یہ بات تم دونوں جانتے ہو اور کل ریحان جتنا ڈیپریس تھا، مجھے تو ڈر ہے کہیں وہ یہ سمجھوتے کا رشتہ بھی ختم نہ کردے۔"

یسریٰ کو اپنے ہاتھ پاؤں سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔

"اچھا چھوڑو یہ سب۔ جو ہونا تھا ہو گیا۔ تم بتاؤ، ریحان بنکاک سے تمہارے لیے کچھ لایا؟" اس کا سر نفی میں ہلا تو فصیحہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اچھا، پر میرے لیے وہ ایئر رنگز لایا ہے۔ کافی قیمتی ہیں۔ تم آؤ گی تو تمہیں دکھاؤں گی۔ چلو باہر چل کر بیٹھتے ہیں۔"

وہ بڑی مشکل سے خود کو گھسیٹتی ہوئی باہر آئی۔ یہ تو وہ خود بھی جانتی تھی کہ ریحان اسے پسند نہیں کرتا لیکن فصیحہ کو پسند کرتا ہے۔ یہ بات تکلیف دہ تھی۔ وہ خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ دعوت سے قبل درس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ساجدہ آنٹی درس دے رہی تھیں۔

"ہم جب دعا مانگتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ اسی وقت قبول ہو جائے اور جب ہماری دعا قبول نہیں ہوتی تو ہم اللہ سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ انسان اپنا نفع نقصان نہیں سمجھتا۔ ہم کہتے ہیں۔ ماں سے زیادہ دنیا میں کسی کی محبت خالص نہیں تو اللہ تو اپنے بندے سے ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے۔ ایک بچہ جب بیمار ہوتا ہے، ماں کی جان پر بن آتی ہے۔ ٹھنڈ کی وجہ سے بچے کو بخار ہو گیا ہے، اب اس حالت میں اس کا مالٹا کھانے کو دل کرتا ہے۔ وہ ماں سے ضد کرتا ہے لیکن ماں اسے کبھی مالٹا نہیں دے گی۔ چاہے وہ روئے، ناراض ہو جائے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ مالٹا اس کے لیے اچھا نہیں لیکن بچہ پھر بھی ضد کرتا ہے۔ اسی طرح بندہ جب اللہ سے مانگتا ہے تو وہ نہیں جانتا کہ اس کی چاہ میں کتنی بھلائی ہے۔ صرف اللہ جانتا ہے۔"

اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں تو وہ وہاں سے اٹھ آئی۔ ساجدہ آنٹی کی ہلکی ہلکی آواز باہر بھی آرہی تھی لیکن اس کا دماغ وہیں اٹکا ہوا تھا۔ وہ بھی اللہ سے ناراض ہوئی تھی۔ صرف اپنی خواہش کے پورا نہ ہونے

پر۔ وہ شایان کو اچھا سمجھتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ریحان کو چنا تھا۔ وہ اللہ سے روز پوچھتی تھی، وہی کیوں۔

یہ تو اسے بہت بعد میں پتا چلا اللہ تعالیٰ نے اس کی کسی نیکی کے صدقے ایسا شخص اس کے نصیب میں لکھا تھا۔ جس کا ظاہر اور باطن دونوں خوبصورت تھے لیکن اس نے کیا کیا۔ اللہ کو بھی ناراض کیا اور ریحان کو بھی۔ جب نکاح ہونے والا تھا تو کیا ضرورت تھی اپنی ناپسندیدگی ظاہر کرنے کی اور کیا ضروری تھا کہ ریحان بھی وہ سب سنتا۔ روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی۔ اللہ سے تو اس نے معافی مانگ لی تھی لیکن ریحان کو کیسے بتائے کہ وہ صرف اس کو چاہتی ہے۔ اور پھر فصیحہ... وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی۔

"آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتے ریحان!" وہ اس سے شکوہ کرنے لگی۔

"یسریٰ!" اپنے قریب ریحان کی آواز اسے اپنا وہم لگی تھی لیکن دوسری بار اپنا نام پکارے جانے پر اس نے ہاتھ ہٹا لیے تھے۔ ریحان نے حیرت سے اس کی سرخ آنکھیں اور چہرہ دیکھا۔ اس نے نظریں اٹھا کر ریحان کو دیکھا جس کے چہرے پر ہلکی ہلکی شیو تھی جبکہ قمیص سلوٹوں سے پُر تھی۔ اس نے ہمیشہ ریحان کو فریش اور ٹپ ٹاپ میں دیکھا تھا۔ اس کا مطلب تو یہ ہی تھا کہ اسے واقعی فصیحہ کی منگنی کا دکھ ہے۔ اس کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو بہنے لگے۔

ریحان نے پریشانی سے اسے دیکھا جس کے ہونٹ بری طرح کانپ رہے تھے۔

"کیا ہوا ہے یسریٰ؟" اس نے بے اختیار اس کا چہرہ تھام لیا اور ایسی ہی بے اختیاری اس سے بھی سرزد ہوئی تھی۔ وہ اس کے سینے سے لگ کر زار و قطار رونے لگی۔

"یسریٰ! مجھے کچھ بتاؤ گی تو مجھے پتا چلے گا۔"

ریحان نے اسے خود سے الگ کرکے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے اور اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ یسریٰ کو اس کے ہاتھ بے حد گرم محسوس ہوئے تھے۔

"میں آپ کو۔" سارا کی آواز پر ریحان نے اس پر سے نظریں ہٹا کر دروازے کی طرف دیکھا اور اس کے ہاتھ چھوڑ دیے۔

"کب سے آوازیں دے رہی ہوں یسریٰ! تمہیں کیا ہوا؟"

وہ تیزی سے بولتی ہوئی اس کی طرف بڑھی۔ اس کو مسلسل روتا دیکھ کر اس نے ریحان سے پوچھا جس نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔

"امی، پاپا کے جانے سے اداس ہو؟"

سارا یہی سمجھی۔ وہ سارا کے گلے لگ گئی۔

"پاگل ہو، کچھ دنوں کی تو بات ہے پھر میں تو تمہارے پاس ہی ہوں۔" وہ اسے ساتھ لگائے پچکارتے ہوئے اندر کی طرف بڑھنے لگی جبکہ اس کے اندر کی گھٹن بڑھتی جا رہی تھی۔

"بیٹا! تم آرام کرتے۔" ثمینہ نے ریحان کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"پھپھو! اب میں ٹھیک ہوں، اسی لیے آپ سے اور انکل سے ملنے آگیا۔"

"اسی لاپروائی کی وجہ سے اتنا تیز بخار ہوا تھا۔ اب بھی دیکھو بغیر سویٹر کے نکل آیا ہے۔" فرزانہ کے گھرکنے پر وہ مسکرا دیا۔

"ریحان! آپ کو فصیحہ کی منگنی کا اتنا دکھ ہے کہ آپ نے خود کو بیمار کرلیا۔"

اس نے اسے دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں شکوہ کیا پھر تھوڑی دیر بعد وہ چلا گیا اور وہ کوئی بات نہیں کرپائی۔

☼ ☼ ☼

اس کا پروگرام تو یہی تھا کہ چار دن سارا کی طرف رہ کر وہ ماموں کی طرف چلی جائے گی لیکن عاصم بھائی کو آفس کے کام سے پشاور جانا پڑا تو وہ سارا کے ساتھ اسے بھی لے گئے۔ کل ہی وہ لوگ آئے تھے۔ کل کی وہ سوئی ابھی کچھ دیر پہلے اٹھی تھی۔ اٹھتے ہی اس نے ماموں کے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔

"السلام علیکم۔" ریحان کی آواز سن کر وہ بے ساختہ بولی۔

"جی فرمائیے۔" اس کے بیگانے انداز پر وہ کچھ دیر کے لیے بولنے کے قابل نہیں رہی۔

"ماموں ہیں؟" وہ بمشکل بولی۔

"پاپا نہیں ہیں، شایان بھی نہیں ہے۔ اماں ہیں، پر میں انہیں فی الحال بلا نہیں سکتا۔ اب بتاؤ۔" وہ چپ رہی۔

"اب بول بھی چکو۔"

اس کی خاموشی پر اس نے فون بند کردیا۔ وہ پورے تیرہ

UrduPhoto.com

دن بعد اس سے بات کررہی تھی اور اس نے ریحان کو کتنا یاد کیا تھا اور دوسری طرف جیسے پرواہی نہیں تھی۔

"کیا بات ہے' طبیعت ٹھیک نہیں۔" اسے مسلسل خاموش دیکھ کر سارا نے غور سے اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا۔

"سر میں درد ہے۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔

"جاؤ پھر جا کر لیٹ جاؤ۔" نماز پڑھ کر اس کا ارادہ سونے کا تھا لیکن باہر سے آتی آواز پر اسے فرزانہ کا گمان ہوا تھا۔ وہ دوپٹہ لیتی ہوئی باہر نکل گئی۔ انہیں واقعی اپنے سامنے دیکھ کر وہ خوش ہو گئی تھی۔

"مجھے نہیں پتا تھا تم اتنی بے وفا ہو جاؤ گی۔ ایک دفعہ بھی فون نہیں کیا۔" فرزانہ نے اسے دیکھتے ہی شکوہ کیا تھا۔

"ممانی! یہ تو کہہ رہی تھی کہ آپ کے پاس جانا ہے۔ عاصم کا پشاور کا پروگرام بنا تو وہ ہم دونوں کو ساتھ لے گیا۔ کل ہی آئے ہیں۔"

یسریٰ نے نظریں اٹھا کر ریحان کو دیکھا تھا۔ وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"نواز بھائی کا فون آیا تھا۔ کل آرہے ہیں وہ لوگ۔ تمہارے ماموں جائیں گے انہیں ایئرپورٹ لینے۔ آج یسریٰ کو میں ساتھ لے کر جارہی ہوں' کل ثمینہ کے آتے ہی یہ آجائے گی۔"

اس نے سارا کی طرف دیکھا۔

"اس کی طرف کیا دیکھ رہی ہو' مجھ سے زیادہ حق نہیں ہے اس کا۔"

فرزانہ کے انداز پر سارا قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"یہ فلیٹوں کا بڑا مسئلہ ہے' لفٹ خراب ہو جائے تو ڈھیروں ڈھیر سیڑھیاں اترنی چڑھنی پڑتی ہیں۔"

آخری سیڑھی اترتے ہی وہ ہانپنے لگی تھیں۔ یسریٰ نے مسکرا کر ان کا بازو تھام لیا۔

"تم آگے بیٹھ جاؤ۔" انہوں نے فرنٹ سیٹ کی طرف اشارہ کیا تو اس نے سٹپٹا کر انہیں دیکھا۔ وہ پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ چکی تھیں۔ وہ پریشان صورت لیے آگے بیٹھ گئی۔

"اتنی مجبوری نہیں ہے۔ اگر تم نہیں جانا چاہتی ہو تو میں تمہیں واپس چھوڑ آتا ہوں۔"

آدھے راستے میں پہنچ کر اس نے ریحان کی تلخ آواز سنی جبکہ فرزانہ نے چونک کر ریحان کو دیکھا۔

"تمہیں اس نے کیا کہا ہے' بلاوجہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہو۔"

"میں ہی پاگل ہوں۔" اس نے جھنجلا کر گیئر بدلا جبکہ وہ روہانسی ہو کر اس کی شکل دیکھنے لگی۔

"یہاں تم ہی مجھے لے کر آئے تھے نا۔" فرزانہ نے یاد دلایا۔

"غلطی ہو گئی۔" وہ زیر لب بولا تو وہ ڈبڈبائی نظروں سے سامنے دیکھنے لگی۔

گھر آتے ہی وہ سو گئی' جب اٹھی تو شام کے چھ بج رہے تھے۔ منہ ہاتھ دھو کر وہ کچن میں آگئی۔ جس وقت وہ چائے لے کر لاؤنج میں آئی ٹی وی چل رہا تھا جبکہ وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔

"کاریڈور میں جھانکتے ہوئے وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ ٹی وی پر کوئی ایوارڈ شو آرہا تھا۔ تب ہی اس کی نظر اندر داخل ہوتے ریحان پر پڑی۔

"ذرا میرے کمرے میں آنا۔" ریحان کی فرمائش پر وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی۔

"میں....؟" وہ جو مڑ رہا تھا پھر پلٹ آیا۔

"تمہارے علاوہ یہاں کوئی دوسرا موجود ہے؟" ریحان نے کافی سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا۔ اس کے مڑتے ہی وہ مگ ٹیبل پر رکھ کر اس کے کمرے کی طرف بڑھی۔

"دروازہ بند کردو۔"

"جی!" یسریٰ نے پوری آنکھیں کھول کر اس کی پشت کو دیکھا۔

"یہ سی ڈیز میں نے نکالی ہیں۔ یہ والی خراب ہیں۔" اس نے دائیں طرف رکھی سی ڈیز کی طرف اشارہ کیا۔

"اور یہ سی ڈیز اس ریک میں رکھ دو۔"

ریحان کے کہنے پر اس نے سی ڈیز کے ڈھیر کو دیکھا اور لڑکھڑاتے قدموں سے ان کی طرف بڑھی۔ دروازہ بند ہونے پر اس نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کی کوشش کی۔ سی ڈیز ریک میں رکھتے ہوئے اس نے چور نظروں سے ریحان کو دیکھا جو وارڈروب میں گھسا پتا نہیں کیا ڈھونڈ رہا تھا۔ پندرہ منٹ کی مشقت کے بعد وہ اس ڈھیر کو ریک میں منتقل کر پائی تھی۔

"ہو گیا۔" اس نے گہرا سانس لے کر ریحان کو دیکھا۔

ریحان نے وارڈروب بند کر کے اسے دیکھا۔

"یہ سب کپڑے استری شدہ ہیں۔ پینٹ اور شرٹس میچ کر کے انہیں یہاں ہینگ کردو اور یہ ٹائیاں ہیں' انہیں بھی

میچ کرلو اور یہ والی سائیڈ بالکل خالی کردو۔" وہ دوسرا آرڈر دیتا اس کے قریب آگیا جبکہ وہ روہانسی ہو کر کپڑوں کے ڈھیر کو دیکھنے لگی۔

"کوئی پرابلم ہے؟" ریحان کے پوچھنے پر اس نے سٹپٹا کر اسے دیکھا اور سر نفی میں ہلا کر وارڈروب کی طرف آگئی۔

اس نے گھڑی کی طرف دیکھا' جہاں سات بجنے والے تھے۔ بلیک ٹوپیس ہینگ کرتے ہوئے اس نے دزدیدہ نظروں سے دروازے کو دیکھا اور پھر ریحان کو جو قالین پر دوزانو بیٹھا فالتو سی ڈیز شاپر میں ڈال رہا تھا۔ وہ گہرا سانس بھرتے ہوئے جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی۔

"کیا ہوا۔" وہ بلیو جینز کے ساتھ کی ٹی شرٹ ڈھونڈ رہی تھی جب اپنے بالکل پیچھے اس کی آواز سن کر اچھل پڑی۔

"وہ اس کے ساتھ کوئی شرٹ....." وہ اسی طرح رخ موڑے ہوئے بولی۔ ورنہ وہ اس کے اتنے قریب تھا کہ اگر مڑتی تو اس سے ٹکرا سکتی تھی۔

"وائٹ اور بلیک ٹی شرٹ تھی' یہاں" اس نے جھک کر نچلے خانے میں جھانکا پھر بیڈ پر لگے ڈھیر میں ڈھونڈنے لگا اور اس نے کب سے رکی سانس خارج کر کے اپنا رخ سیدھا کیا۔ اس سے پہلے کہ وہ دائیں بائیں کھسکتی' وہ ایک بار پھر اس کی طرف گھوم چکا تھا۔ اس کا سانس رک سا گیا۔

اس نے سر مزید جھکا لیا۔ پیچھے ہٹنے کی کوشش میں وہ بالکل وارڈروب کے ساتھ جا لگی تھی اور سامنے کھڑا شخص پیچھے ہٹنے کو تیار ہی نہیں تھا۔

"یہ وائٹ اور یہ بلیک۔ کون سی ٹھیک رہے گی؟۔" اسے ریحان کی آواز مسکراتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس کی دھڑکن اور تیز ہو گئی۔ گھبراہٹ کے مارے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس کے سامنے پھیلی دونوں شرٹیں پیچھے ہٹ چکی تھیں اور پاس کھڑا شخص بھی دور چلا گیا تھا۔

"جاؤ تم۔" ریحان کی سنجیدہ آواز پر اس نے سامنے دیکھا۔ وہ تیزی سے کپڑے تہہ کر رہا تھا۔ اسے لگا کچھ غلط ہوا ہے' وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر باہر نکل گئی۔ جب وہ لاؤنج میں پہنچی تو فرزانہ کے ساتھ شایان اور آصفہ بھی تھے۔

"تم سو رہی تھیں' اس لیے تمہیں جگایا نہیں۔ ہم بازار گئے تھے۔"

"جی۔" وہ مسکراتے ہوئے ان کے قریب بیٹھ گئی۔ سامنے پڑے کپ کو دیکھ کر اسے یاد آیا' چائے تو اس نے پی نہیں تھی۔ وہ کپ لے کر کچن میں آگئی۔

"آج ریحان کا انداز کتنا مختلف تھا۔ اپنے کپڑوں کی میچنگ کا اختیار انہوں نے مجھے دیا تھا۔" پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا۔" اس نے جھنجلا کر خود کو کوسا۔ جب وہ چائے لے کر اندر آئی تو ریحان بھی وہاں آچکا تھا۔

"میں ڈائیلاگ نہیں بولتا۔" ریحان کا انداز چڑا ہوا تھا۔

"لو' یسریٰ بھی آگئی ہے' اس سے پوچھو۔ یہ ریحان کا صحیح پول کھولے گی۔"

شایان کے انداز پر اس نے سوالیہ نظروں سے آصفہ کو دیکھا۔

"ہاں یسریٰ! ٹھیک ٹھیک بتانا۔"

"کیا؟" اسے اب الجھن ہونے لگی تھی۔

"ریحان رومانٹک ہے یا نہیں؟۔"

"جی۔" آصفہ کے سوال پر اس نے سٹپٹا کر فرزانہ کو دیکھا۔

"یہ تم ادھر ادھر دیکھ کر سوال گول کرنے کی کوشش نہ کرو۔ ہمیں پتا ہے یہ بڑا چھپا رستم ہے۔ بس اتنا بتا دو کہ کتنے فیصد رومانٹک ڈائیلاگ بولتا ہے۔ آخر تم بیوی ہو اس کی۔"

شایان کے شرارتی انداز پر ناچاہتے ہوئے بھی اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"دیکھا' میں نے کہا تھا نا۔" شایان کے بے ساختہ کہنے پر اس نے ریحان کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت دیکھ کر وہ شرمندہ ہو گئی۔ اب اندر کی بات تو وہ دونوں ہی جانتے تھے۔ وہ فوراً" وہاں سے اٹھ گئی۔

☼ ☼ ☼

"سالگرہ مبارک ہو۔"

فصیحہ کی آواز سن کر اس کا حلق کڑوا ہو گیا۔

"سالگرہ منا رہی ہو؟۔"

"نہیں۔" یسریٰ رکھائی سے بولی۔

"ریحان کا فون آیا؟"

"میرا خیال ہے' یہ میرا اور ریحان کا مسئلہ ہے۔"

اس کے جلے ہوئے انداز پر فصیحہ کا قہقہہ اس کے کان کے پردے پھاڑنے لگا۔

"اچھا' اب تم دونوں کے مسئلے بھی ایک ہونے لگے

UrduPhoto.com

ہیں۔ ویری گڈ! لگتا ہے ریحان سے تم نے کچھ زیادہ ہی امیدیں باندھ لی ہیں۔ شاید تم بھول گئی ہو' تم نے ہی کہا تھا' یہ ایک سمجھوتا ہے۔"

فصیحہ کی غصیلی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ بے ساختہ مسکرائی۔

"سمجھوتا ہی سہی' ریحان شوہر ہیں میرے۔ تم کیا لگتی ہو ان کی؟۔"

"یسریٰ....."

"چلاؤ مت۔ اب تک میں نے تمہاری بہت بکواس برداشت کی ہے' ریحان کو مجھ سے محبت ہے یا نہیں' یہ میرا مسئلہ ہے۔ ایک بار رخصتی ہو جائے' ان کو جو غلط فہمی ہے' وہ میں دور کر دوں گی۔"

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ نہ ریحان تم سے محبت کرتا ہے اور نہ میں ایسا ہونے دوں گی۔ تمہارے خلاف اتنا زہر اس کے دماغ میں بھر دوں گی کہ تمہاری یک طرفہ محبت اس پر اثر انداز نہیں ہو سکے گی۔ تم جانتی ہو ریحان میری پسند تھا۔ اب اگر وہ میرا نہیں ہوا تو تمہارا بھی نہیں ہونے دوں گی۔"

اس کے زہریلے انداز پر وہ کانپ کر رہ گئی۔ ریسیور پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی تو اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

پھر رات گئے تک وہ ریحان کے فون کا انتظار کرتی رہی لیکن اس کا فون نہیں آیا۔ وہ طرح طرح کے دلاسے دے کر خود کو بہلاتی رہی لیکن آخری امید اس وقت ختم ہو گئی جب اس نے سنا کہ شایان کی شادی کی تاریخ طے ہو گئی ہے جبکہ ریحان اپنی رخصتی کروانا نہیں چاہتا۔ کتنی ہی دیر تک وہ ساکت بیٹھی رہی۔ دل میں امید تھی کہ شاید ریحان اسے بیوی کا درجہ دے چکا ہو۔ ریحان کے رویے نے اسے امید کا دامن تھامنے پر مجبور کیا تھا۔ تو کیا وہ ایک وہم تھا۔

☆ ☆ ☆

شایان کی شادی کی تیاریاں کب کی شروع ہو چکی تھیں لیکن اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ امی اور پاپا کو ریحان کے رخصتی نہ کروانے سے کوئی فرق ہی نہیں پڑا تھا۔ ہر کوئی خوش تھا۔ بس وہ اکیلی کڑھتی رہتی تھی۔ اس نے ماموں کے گھر جانا چھوڑ دیا تھا۔

شایان' ماموں' اماں کوئی نہ کوئی روز اسے بلانے آتے تھے۔ لیکن وہ ڈھیٹ بنی رہتی اور جس کو آنا چاہیے تھا' وہ سب سے زیادہ مصروف تھا۔ صرف وہی نہیں آیا۔ گھڑی دیکھ کر وہ چھت پر آ گئی۔ فرار کے لیے یہی بہترین جگہ تھی۔ کل شایان کی مہندی تھی۔ آج ڈھولک رکھی گئی تھی۔ وہ جانتی تھی اسے بلانے کوئی نہ کوئی ضرور آئے گا۔ فصیحہ بھی وہاں ہو گی اور وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"یسریٰ! اتنی رات کو اوپر کیا کر رہی ہو؟" سارا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"چلو نیچے' تمہارے رشتے دار آئے ہیں تمہیں لینے۔" سارا کے شرارتی انداز پر وہ سمجھ گئی ماموں یا شایان آئے ہوں گے۔

"باجی! میرا دل نہیں چاہ رہا۔" اس کے بیزار سے انداز پر سارا نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"کیا بات ہے یسریٰ! اتنے دن سے میں دیکھ رہی ہوں تم پریشان ہو۔ میں سوچتی رہی تم خود بتاؤ گی لیکن لگتا ہے اب تم بڑی ہو گئی ہو۔ اپنی پریشانی اپنی بہن سے شیئر نہیں کرنا چاہتیں۔"

وہ واقعی اسے کچھ بتانا نہیں چاہتی تھی لیکن پچھلے کچھ دنوں سے خود سے لڑتے لڑتے وہ تھک گئی تھی۔

"بولو گڑیا!" سارا نے اس کا گال سہلایا تو وہ وہی یسریٰ بن گئی۔ اس کے گلے لگتے ہی وہ بری طرح رونے لگی۔

"باجی! ریحان مجھے پسند نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک یہ صرف ایک سمجھوتا ہے جو انہوں نے ماموں کے کہنے پر کیا۔ انہیں لگتا ہے' بچپن سے لے کر اب تک میں ان کی چیزوں اور زندگی میں دخل دیتی رہی ہوں۔ اگر بچپن میں ماموں ان کے کھلونے مجھے دے دیتے تھے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں پیدا ہوئی تو میرے ساتھ پیدا ہونے والا میرا بھائی مر گیا اور پاپا اس کا الزام مجھے دیتے رہے۔ وہ مر گیا تو اس میں میری کیا غلطی تھی؟ پاپا کی وجہ سے میں نے سارا بچپن محرومی میں گزار دیا کیونکہ ان کے نزدیک میری کوئی اہمیت نہیں تھی۔ ریحان کے لیے بھی میں ان چاہی ہوں' تو کیا بقیہ زندگی بھی ایسے ہی گزرے گی۔" وہ سارا سے الگ ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"میں سمجھتی تھی ریحان پاپا کی طرح ہیں' وہ عورت کی عزت نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک رشتوں کی زیادہ اہمیت نہیں لیکن میں غلط تھی۔ وہ بہت اچھے ہیں' ان کی سوچ

بہت اچھی ہے۔ میں انہیں دیر سے ہی سہی پر جان گئی ہوں لیکن وہ فصیحہ کو پسند کرتے ہیں۔ فصیحہ کی برتھ ڈے انہیں یاد ہوتی ہے' میری نہیں۔ بنکاک سے آئے تو فصیحہ کے لیے گولڈ کے ایئر رنگز لے کر آئے۔ بیوی میں ہوں ان کی یا فصیحہ!" وہ بری طرح روتے ہوئے بول رہی تھی۔

"فصیحہ کی منگنی کا انہیں اتنا دکھ تھا کہ انہیں بخار ہو گیا۔ اس دن انہوں نے وارڈروب کا ایک حصہ خالی کیا تو مجھے لگا وہ حصہ میرے لیے ہے لیکن ایسا کچھ نہیں۔"

"ریحان کے نزدیک میں اور یہ رشتہ ایک سمجھوتا ہوں گے لیکن میرے لیے یہ رشتہ اور ریحان دونوں بہت اہم ہیں۔ اب ریحان نے رخصتی سے منع کیا تو اس کا مطلب یہی ہوا نا کہ وہ یہ سمجھوتا بھی ختم کرنا چاہتے ہیں۔"

"لیکن تم نے تو کہا تھا کہ ریحان تمہارے ساتھ ٹھیک ہے۔" سارا نے پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"کیونکہ مجھے لگتا تھا سب ٹھیک ہو جائے گا لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ وہ فصیحہ کو...." وہ بات ادھوری چھوڑ کر پھر رونے لگی۔

سیل فون کی بیپ پر ان دونوں نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ ریحان سگریٹ ہونٹوں میں دبائے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔ سب سے پہلے اس نے موبائل آف کیا۔ سگریٹ نیچے پھینک کر اسے جوتے سے مسلا۔ اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر یسریٰ کی جان ہوا ہونے لگی تھی۔

"مجھے یسریٰ سے بات کرنی ہے۔" اس نے سارا کو مخاطب کیا تھا جبکہ اس کے سنجیدہ انداز پر اس نے گھبرا کر سارا کو دیکھا۔ وہ ایک نظر اسے دیکھ کر تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی جبکہ اسے روکنے کا خیال اس کے دل میں ہی رہ گیا۔

"کافی زہر پال رکھا ہے تم نے اپنے دماغ میں۔ اگر آج میں نہ سنتا تو ساری عمر ایسے ہی غلط فہمیوں میں گزر جاتی۔"

یسریٰ کو اس کا لہجہ کافی طنزیہ لگا تھا۔ "اپنی ساری تقریر میں کم از کم دس مرتبہ تم نے سمجھوتے کا لفظ استعمال کیا ہے۔ سات ماہ ہو گئے ہیں ہمارے نکاح کو۔ کہاں لگا تمہیں کہ میں سمجھوتے کے تحت زندگی گزار رہا ہوں۔" وہ جیسے پھٹ پڑا تھا۔ "ٹھیک ہے' میں نے تم سے کہا تھا کہ میں پاپا کے کہنے پر تم سے شادی کر رہا ہوں لیکن اس وقت میں غصے میں تھا۔ تمہیں کیا لگتا ہے میں بچہ تھا جس کے ساتھ وہ زبردستی کر سکتے تھے۔ میری مرضی تھی تو یہ نکاح ہوا تھا۔"

غصے کی وجہ سے اس کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی جبکہ اس کے آنسوؤں میں تیزی آتی جا رہی تھی۔

"فصیحہ کے ساتھ میری دوستی تھی' اسے میری برتھ ڈے یاد ہوتی تھی' اس لیے مجھے بھی اسے وش کرنا پڑتا تھا۔ تمہاری برتھ ڈے سے تین دن پہلے میری برتھ ڈے بھی تھی۔ تم نے مجھے وش کیا؟ مجھے بتائے بغیر تم سارا کے گھر چلی گئیں' وہاں سے پشاور۔ ایک بار بھی تم نے فون نہیں کیا۔ جانتی ہو مجھے کتنا غصہ آیا تھا۔" وہ غصے سے اس کی طرف جھکا تو اس کا سر مزید جھک گیا۔ "فصیحہ نے جو کہا' تم نے سچ جان لیا۔ تمہارا اپنا دماغ نہیں۔ یہاں کا حصہ بالکل خالی ہے۔" ریحان نے شہادت کی انگلی اس کی کنپٹی پر رکھی۔ "اگر کبھی بے وقوفوں کا مقابلہ ہو تو تم ان میں اول آؤ گی۔" اس نے غصے سے اس کا جھکا سر دیکھا۔ "یہ ساری غلط فہمیاں فصیحہ کی پیدا کردہ ہیں' اسے تو میں دیکھ لوں گا۔ پر مجھے غصہ تم پر آ رہا ہے۔ اس نے کہا میں اسے پسند کرتا ہوں' تم نے مان لیا اور ابھی تم نے کیا بکواس کی تھی۔ مجھے فصیحہ کی منگنی کے دکھ کی وجہ سے بخار ہوا تھا۔ کیا بکواس ہے یہ؟"

وہ دھاڑا تو یسریٰ کانپ کر رہ گئی۔ اسے لگا اگر چند منٹوں تک وہ اسی طرح بات کرتا رہا تو اس کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔

"وہ ایئر رنگز میں تمہارے لیے لایا تھا' فصیحہ کو صرف دکھایا تھا۔ مجھے پاگل کتے نے کاٹا تھا کہ وہ میں اسے دیتا۔ میرا دل چاہ رہا ہے یسریٰ! تمہیں....."

اس نے بے اختیار اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا اور وہ ایک دم چپ ہو گیا لیکن تیزی سے چلتی ہوئی سانسیں اس کے اشتعال کو ظاہر کر رہی تھیں۔

"بیٹھو یہاں۔" ریحان نے اس کا بازو پکڑ کر اسے پیچھے رکھی کرسی پر بٹھایا اور گہرا سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی اور جب وہ بولا تو اس کی آواز دھیمی تھی۔

"دیکھو یسریٰ! غلط فہمیاں اور شک رشتوں کو توڑتے ہیں' جوڑتے نہیں۔ فصیحہ نے تم سے غلط بیانی کی۔ حالانکہ میں نے تمہیں اپنی زندگی میں جو مقام دیا ہے' اس کا اندازہ تمہیں ہونا چاہیے تھا۔ کیا مجھ سے جڑنے کے بعد تمہیں لگا کہ میں تمہیں پسند نہیں کرتا۔" اس کا سر نفی میں ہلا۔ "لیکن اس کے باوجود تم نے فصیحہ کی باتوں کا یقین

کرلیا۔ فصیحہ نے تمہارے بارے میں مجھ سے بھی بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے ان باتوں کو سوچنا تو دور' سنا تک نہیں کیونکہ تمہارے بارے میں جاننے کے لیے مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں۔ ہاں مجھے یہ خیال ضرور تھا کہ تم مجھ سے شادی کیوں نہیں کرنا چاہتیں۔ اس کی وجہ بھی مجھے آج پتا چل گئی۔" اس نے گہرا سانس لیا۔

"ہر ایک کی اپنی سوچ ہوتی ہے اور ہر انسان اس چیز کو اپنے نظریے سے دیکھتا ہے۔ تمہارے پاپا کی اپنی سوچ تھی جس کی وجہ سے انہوں نے تم سے مختلف رویہ رکھا۔ تم نے انہیں دیکھا تو تمہیں لگا ہر غصہ کرنے والا شخص تمہارے پاپا جیسا ہے۔ میرے رویے کی وجہ یہ تھی کہ مجھے لگتا تھا تم میرے حصے کی محبت لے رہی ہو لیکن وہ میرے بچپن کی سوچ تھی اور سوچ ہمیشہ ایک سی نہیں رہتی۔ وقت اور حالات کے ساتھ بدل جاتی ہے۔ جیسے حالات نے تمہارے پاپا کی سوچ بدل دی۔ جیسے ہمارے رشتے نے ہماری سوچ بدل دی۔"

یسریٰ اس کے ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہوئے بہت غور سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"جب تمہارا اور میرا نکاح ہوا تھا' پاپا نے مجھ سے پوچھا تھا۔ ٹھیک ہے میرے اور تمہارے تعلقات کبھی اتنے خوشگوار نہیں رہے لیکن تم اس وقت مشکل میں تھیں اور میں بھی کسی کو پسند نہیں کرتا تھا لیکن جب میں نے سنا تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں تو مجھے بہت غصہ آیا تھا۔ اس وقت مجھے لگا' میں نے غلط فیصلہ کیا ہے۔ جب میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ شادی سمجھوتا ہے' تب میں ایسا ہی سوچتا تھا لیکن جب پاپا نے تم سے پوچھا تھا کہ تم دوست کے گھر گئی تھیں' تب پہلی بار تم نے میری شکایت نہیں کی تھی۔ میں حیران ہوا تھا اور اس کے بعد ہر ملاقات میں مجھے لگتا تھا تم اس یسریٰ سے بہت مختلف ہو' جسے میں جانتا تھا اور جہاں تک رخصتی کی بات ہے' شایان کے ساتھ میرا بھی پروگرام تھا لیکن اگلے ماہ مجھے پروموشن مل رہی ہے اور ساتھ سوئٹزرلینڈ کے ٹکٹ۔ میرا خیال تھا "ہمارے" ہنی مون پر تمہیں ساتھ لے کر جاؤں' اس لیے شادی اگلے ماہ رکھی تھی۔ اگر تم اپنی غلط فہمیوں سے باہر نکلتیں تو تمہیں پتا چلتا اگلے ماہ کی چودہ تاریخ کو ہماری شادی ہے۔"

یسریٰ نے نظریں اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا اور سٹپٹا کر نظریں جھکالیں۔

"اب اگر کوئی مزید بات تمہارے دل میں ہو تو ابھی کہہ دو۔"

"آپ نے مجھے تھپڑ بھی مارا تھا۔" وہ جو بہت غور سے اسے دیکھ رہا تھا' گہرا سانس لے کر کھڑا ہو گیا۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا' بتا تو رہا ہوں مجھے بہت غصہ آیا تھا۔ اوپر سے تمہاری وجہ سے اتنی بری چوٹ لگی۔ چہرے پر اتنا لمبا نشان پڑ گیا۔ بہرحال اس تھپڑ کا مجھے افسوس ہے۔ آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ اپنے ساتھ ہونے والی ساری زیادتیاں تمہیں یاد ہیں اور جو تم میرے ساتھ کرتی رہی ہو' اس کا تمہیں اندازہ بھی نہیں۔"

اس کے کہنے پر یسریٰ نے دماغ پر زور ڈالا لیکن اسے اپنی کوئی زیادتی یاد نہیں آئی۔

"بہرحال تم میری بیوی ہو' میں تمہیں کبھی چھوڑوں گا نہیں۔ یہ بات تم یاد رکھو۔"

"یہ بات آپ مجھے پہلے بھی کہہ سکتے تھے۔" یسریٰ نے پہلی بار نظریں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن تمہاری عقل....."

اس نے افسوس سے سر ہلایا۔ "میں زیادہ ڈائیلاگ نہیں بول سکتا۔ میں تمہارے لیے یہ کردوں گا' وہ کردوں گا۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں' ہر وقت بول بول کر اس کا اظہار کرنا ضروری نہیں۔ میرے اظہار کا انداز کچھ مختلف ہے۔ تمہارے لیے بہتر ہے کہ اس موضوع پر اگلے ماہ کی چودہ تاریخ کو بات کریں۔"

اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"چلو سب انتظار کر رہے ہیں۔"

"میں کپڑے بدل لوں۔" تین دن بعد اسے اپنے حلیے کی فکر ہوئی تھی۔

"ایسے ہی اچھی لگ رہی ہو۔" وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے بولا تو وہ منہ بسور کر رہ گئی۔

"یہ تعریف ہو رہی ہے۔ پتا نہیں سب کو غلط فہمی کیوں ہے کہ ریحان کی نیچر رومانٹک ہے۔" وہ منہ میں بڑبڑائی۔

"مجھ سے کچھ کہا؟"

ریحان کے مڑتے ہی اس نے بڑی مشکل سے اپنے چہرے کے بگڑے ہوئے زاویے صحیح کیے۔

"دیکھو' اگر تمہیں رونا آ رہا ہے تو یہیں رو لو۔ ایک تو ہر وقت کبھی کسی کے کندھے پر اور کبھی کسی کے کندھے پر

روتی ہوئی نظر آتی ہو۔ مجھے سخت الجھن ہوتی ہے۔"

"مجھے کیا ضرورت ہے دوسروں کے کندھے ڈھونڈنے کی' آپ ہیں نا۔ مجھے اب جب بھی رونا آئے گا' میں آپ کے پاس آؤں گی۔"

اس نے نظریں اٹھا کر ریحان کا حیران چہرہ دیکھا۔ شاید وہ اس سے اس جواب کی امید نہیں کر رہا تھا۔ وہ اسے حیران چھوڑ کر خود باہر نکل آئی۔

☆ ☆ ☆

گھر کے باہر کافی رونق لگی تھی۔ مہندی لے جانے کی تیاری ہو رہی تھی۔ وہ اپنا بڑا سا دوپٹہ سنبھالتے ہوئے اندر آ گئی۔

"ریحان! جلدی کرو۔ تم تو تیاری میں لڑکیوں کو بھی مات دے دیتے ہو۔ سارے لوگ نکل چکے ہیں۔"

اندر سے آتی فرزانہ کی جھلائی ہوئی آواز پر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"ارے!" اسے دیکھ کر ایک پل کے لیے فرزانہ حیران رہ گئیں لیکن دوسرے ہی پل انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

"ماشاء اللہ سدا سہاگن رہو۔ بہت پیاری لگ رہی ہو۔" ان کے منہ سے نکلنے والے ہر لفظ کے ساتھ اس کے چہرے کی سرخی بڑھتی جا رہی تھی۔

"تم بھی اتنی دیر سے آئی ہو' اب جلدی کرو۔ میں ذرا اعجاز کو دیکھ لوں۔"

ان کے باہر نکلتے ہی اس نے مسکرا کر ریحان کے کمرے کی طرف دیکھا۔ آئینے میں ابھرنے والے عکس نے ایک پل کے لیے اسے ساکت کر دیا تھا لیکن دوسرے ہی پل اس نے آئینے پر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"سب چلے گئے؟" وہ جو ریحان کے منہ سے اپنی تعریف سننے کی منتظر تھی' مایوس ہو گئی۔ اپنی تیاری اسے ضائع ہوتی محسوس ہوئی۔

"آج واقعی دیر ہو گئی۔ اچھا بتاؤ' یہ والی شال ٹھیک رہے گی یا یہ؟" وہ اس کے قریب آ گئی اور ایک شال پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ٹھیک۔" ریحان نے گہرا سانس لے کر شال اٹھالی۔ اس نے منہ بنا کر کلائی میں پڑی چوڑیوں کو گھمانا شروع کر دیا۔

UrduPhoto.com

"یسریٰ!"

"جی!" اس نے چونک کر ریحان کو دیکھا۔

"ہئیر اسٹائل اچھا لگ رہا ہے یا کپڑے؟"

ریحان کے سوال پر اس نے کپڑوں کو دیکھ کر بالوں کو دیکھا۔ چہرے کو دیکھتے ہوئے نظریں پھر اس نشان پر ٹھہر گئیں۔ اسے تو یہ نشان اچھا لگتا تھا۔ اس نے مسکرا کر انگلی اس نشان پر رکھ دی لیکن ریحان کے چہرے پر ابھرنے والے گمبھیر تاثر پر اس نے گھبرا کر انگلی ہٹالی۔

"میں نے کہا تھا نا کبھی کبھی تم زیادتی کر جاتی ہو۔ اگر کوئی شخص خود پر کنٹرول کر رہا ہو تو اس کے صبر کو آزمانا نہیں چاہیے کیونکہ ایک مرد' مرد ہی ہوتا ہے۔"

وہ پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"ایک مرد کے سامنے خوبصورت لڑکی کھڑی ہو اور لڑکی بھی وہ جو اس کی بیوی ہونے کے ساتھ محبت بھی ہو اور گھر میں بھی کوئی نہ ہو تو ان دونوں کے درمیان موجود رشتہ اس مرد کو بہکنے پر مجبور کر سکتا ہے۔" ریحان نے انگلی سے اپنی طرف اشارہ کیا تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

"ریحان! پلیز وہیں رُک جائیں' ورنہ میں رونا شروع کر دوں گی۔" اس کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

"سوری' پہلے تمہارے ان ہی آنسوؤں کی وجہ سے تمہارا لحاظ کر لیتا تھا لیکن اب تو میں جان گیا ہوں کہ تم بھی مجھے چاہتی ہو۔ سوچ رہا ہوں فضول میں اگلے ماہ کا کھڑاک پال لیا۔ آج کا دن ٹھیک تھا بلکہ تھا بھی کیا' ٹھیک ہے۔ نکاح تو ہمارا ہو ہی چکا ہے۔"

وہ ایک پل کا توقف کیے بغیر باہر کی طرف بھاگی۔ فرزانہ کو اندر آتا دیکھ کر اس کے بھاگتے قدم رُک گئے۔ چہرے پر گھبراہٹ کی جگہ مسکراہٹ نے لے لی۔ اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ فرزانہ کو دیکھ کر وہ بھی رُک گیا تھا۔ اس کے چہرے کی مسکراہٹ پر ریحان کے چہرے پر محظوظ ہونے والے تاثرات ابھرے تھے۔

"خوش قسمتی ہے تمہاری۔" وہ اس کے قریب سے گزرتا ہوا لاؤنج میں لگے شیشے کے سامنے کھڑا ہو گیا جبکہ وہ اپنے تپتے ہوئے چہرے پر سرد ہاتھ رکھ کر خود کو نارمل کرنے لگی۔

"ریحان! میں شایان کے ساتھ جا رہی ہوں۔ یسریٰ کو بھی لے جاتی ہوں۔ فصیحہ اندر تیار ہو رہی ہے' تم اپنے پاپا کو اور فصیحہ کو لے آنا۔" تب ہی فصیحہ اندر داخل ہوئی تھی۔

"پھپھو! میں تیار ہوں۔" اس نے مسکراتی نظروں سے یسریٰ کو دیکھا۔

"اماں! آپ پاپا اور فصیحہ کو لے جائیں۔ میں یسریٰ کو لے آؤں گا۔" وہ بڑے ریلیکس موڈ میں بالوں میں برش کرتے ہوئے بولا تو فرزانہ نے مسکرا کر یسریٰ کو دیکھا۔

"رکو فصیحہ!" فرزانہ کے باہر نکلتے ہی ریحان اس کے قریب آگیا۔

"مائنڈ نہ کرنا۔ تم صرف میری کزن ہو اور اچھی دوست تھیں۔" اس نے "تھیں" پر زور دیا جبکہ فصیحہ کے چہرے کا رنگ سفید پڑ چکا تھا۔

"اور یسریٰ میری محبت ہے۔"

ریحان واپس مڑ گیا جبکہ یسریٰ کی نظریں فصیحہ کے دھواں دھواں ہوتے چہرے پر تھیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ فصیحہ نے اسے بہت تکلیف دی تھی اور وہ چاہتی تھی ریحان اسے خود بتائے کہ وہ ریحان کی زندگی میں کیا مقام رکھتی ہے لیکن ریحان کے فصیحہ کے ساتھ اس طرح بات کرنے پر اسے افسوس ہوا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟" ریحان نے اس کا جھکا ہوا سر دیکھ کر پوچھا۔ اس نے گیٹ کی طرف دیکھا۔ فصیحہ جا چکی تھی۔

"آپ نے فصیحہ کے ساتھ ایسے بات کیوں کی؟"

"اس کے لیے یہ ضروری تھا۔ بہرحال اب تم ہرو ہم اور شک کو دل و دماغ سے نکال دو کیونکہ ہم دونوں میں محبت کے سوا کسی چوتھے کی گنجائش نہیں۔" ریحان کے مسکرانے پر اس کے چہرے پر بڑی خوبصورت مسکان ابھری تھی۔ وہ گیٹ لاک کرنے لگا تو اس نے اس پل' ہرو ہم کو اس دہلیز کے باہر چھوڑ دیا۔

ریحان نے قریب آتے ہی اس کا ہاتھ تھام لیا اور گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی' زندگی کی شاہراہ پر بھی اب انہیں ایسے ہی ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر چلنا ہے اور محبت اور یقین کے اس سفر کا آغاز انہوں نے آج سے کر دیا تھا۔

UrduPhoto.com